سچے بچوں کی سچی کہانیاں
1
سلسلہ
فتوحات اسلامیہ ومجاہدین
شیر
میدان جنگ میں
www.KitaboSunnat.com
دار الابلاغ
DARULIBLAGH
اے۔حمید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

شیر
میدان جنگ میں

DARULIBLAGH
دارالابلاغ
کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

شیر میدانِ جنگ میں

اعداد .... اے حمید
اشاعتِ اول .... اپریل 2012ء
قیمت ....

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

* لاہور — دارالاندلس، مرکز القادسیہ 7230549 — دارالسلام شوروم 7232400 — مکتبہ قدوسیہ 7230585 — مکتبہ سلفیہ 7237184 — کتاب سرائے 7320318 — اسلامی اکیڈمی 7357587 — نعمانی کتب خانہ 7321865 — مکتبہ رحمانیہ 7224228 — مکتبہ دارالعدل 7639557 — الکریمیہ کیسٹ لائبریری 6365526 —
* راولپنڈی — مکتبہ علمیہ کشمیری بازار — 5535165 * اسلام آباد — مسعود اسلامک بکس 2261365 — * فیصل آباد — مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار، 631204 — * کراچی — مکتبہ نور حرم 4966724 — بک ڈسٹری بیوٹرز 7767137، مکتبہ دارالقرآن، 021-2211096 علمی کتب خانہ اردو بازار —
* پشاور — معراج کتب خانہ 214720 — * حیدرآباد — مکتبہ دعوت السلفیہ 0333-2607264

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان 0300 4453358

اے حمید
دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
0300-4453358, 042-7361428

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا ہی مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے
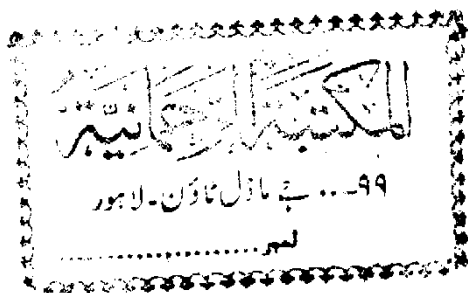
المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹ - بی ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر

آئینہ

شیر میدان جنگ میں

سچی بات

شیر میدان جنگ میں

یہ کہانی ہے اس شیر جوان مجاہد کی کہ دنیا جس کو ٹیپو سلطان کے نام سے جانتی ہے۔ سلطان نے میدانِ جنگ میں انگریزوں کو لوہے کے چنے چبوائے اور بہادری کی کبھی نہ مٹنے والی داستان رقم کی۔ اسے مشہور مؤلف اے حمید نے لکھا اور پنجاب حکومت نے وسیع پیمانے پر شائع کر کے بچوں میں پھیلایا، تا کہ وہ پڑھ کر اپنے اسلاف کی زندہ وتابندہ روایات کے امین ووارث بن سکیں۔

اس جہادی داستان کو ہم دارالابلاغ کے پلیٹ فارم سے پیش کر رہے ہیں لیکن اس میں اضافی خوبی یہ ہے کہ اس کی نظر ثانی مشہور مؤرخ و ادیب جناب محسن فارانی صاحب نے کی ہے اور بہت سے مقامات وشخصیات کے نام ومقام کی تصحیح کرنے کے ساتھ ساتھ مفید اضافہ جات بھی کر دیے ہیں۔

اب آپ اسے پڑھیں اور آج سے قبل ایک صدی سے بھی زیادہ پرانے زمانے میں چلے جائیں۔ تلواریں چلتی اور توپوں کے گولے گرتے دیکھیں۔

آیندہ کتاب تک کے لیے اجازت دیں۔ اللہ حافظ...... آپ کا بھائی

محمد طاہر نقاش

8 مئی 2012، لاہور

آگ کی آبشار

دریا کے کنارے ایک گھڑ سوار تیزی سے بھاگا چلا آرہا تھا، اس نے گھوڑے کی باگیں ڈھیلی کر رکھی تھیں، گھوڑا پوری رفتار سے بھاگ رہا تھا۔ اس کے نتھنوں سے جھاگ اڑ رہا تھا، اس وقت سورج غروب ہونے والا تھا۔ دریا پر دھوپ کا رنگ سنہری ہونے لگا تھا۔ ایک جگہ گھڑ سوار نے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ وہ جتنی جلدی ہو سکے میسور کے دارالحکومت سرنگا پٹم پہنچنا چاہتا تھا۔ اس کے پاس فرانسیسی جنرل کا ایک خاص پیغام تھا، جسے وہ میسور کے سلطان حیدر علی تک پہنچانا چاہتا تھا۔ دریا کی تیز رفتار موجیں بھی گھڑ سوار کا راستہ نہ روک سکیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے گھوڑے نے دریا پار کر لیا اور دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ وہ جنگل میں داخل ہو گیا۔ اس کی رفتار ایک بار پھر تیز ہو گئی۔ یہ گھڑ سوار صبح کے وقت پانڈی چری سے چلا تھا، جہاں فرانسیسی فوجوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ حیدر علی کے خلاف انگریزوں نے چڑھائی کر رکھی تھی اور کالی

پٹ کی طرف گھمسان کی جنگ کے بعد انگریزوں کی فوج سرنگا پٹم کی طرف پیش قدمی کرنے والی تھی۔ فرانسیسی جنرل انگریزوں کے خلاف تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ میسور پر انگریزوں کا قبضہ ہو جائے۔ فرانس کو حیدر علی سے کوئی زیادہ ہمدردی نہیں تھی۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ میسور انگریزوں کے قبضے میں نہ جائے بلکہ ان کے پاس آجائے، اور یوں وہ ہندوستان کے مغربی ساحل پر اپنی نو آبادیوں کے قبضہ کو مستحکم کرسکیں۔ حیدر علی بھی اس بات سے اچھی طرح واقف تھا مگر وہ فی الحال فرانسیسی فوجوں کی مدد سے انگریزوں کو دکن سے نکال باہر کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد وہ فرانسیسی طاقت سے بھی دو دو ہاتھ کرنے کو تیار تھا۔ حیدر علی نے ایک خاص سپاہی فرانسیسی جنرل کے پاس پانڈی چری بھیجا تھا جو فرنچ جنرل کا جواب لے کر واپس سرنگا پٹم جا رہا تھا۔

اب اسے سرنگا پٹم کے قلعے کے برج اور مسجد کے مینار نظر آنے لگے تھے۔ اس کی رفتار تیز ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سلطان حیدر علی کے شاہی محل کے دروازے پر تھا مگر اس کا ماتھا ٹھنکا کیونکہ شاہی محل پر سوگ کا ایسا عالم چھایا تھا کہ سپاہی ایک طرف خاموش کھڑے تھے۔ شاہی دربان سر جھکائے چپ تھے، محل کے دروازے کے اوپر شاہی بارہ دری میں چار مولوی صاحبان قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔

سپاہی نے دربان سے ڈرتے ڈرتے کہا:

”میں سلطان حیدر علی کے لیے فرانسیسی جنرل کا خاص پیغام لے کر آیا ہوں۔ میرا نام بخت آور خان ہے۔“

دربان نے کہا:

”میں تمھیں جانتا ہوں بخت آور خان! تمھیں اپنا تعارف کروانے کی ضرورت نہیں ہے، مگر اس وقت سلطان سخت بیمار ہیں، شاید وہ تم سے نہ مل سکیں گے۔“

بخت آور خان بولا:

”اللہ سلطان پر اپنا رحم و کرم نازل کرے اور وہ ہزار سال جیئیں مگر میرا ان تک یہ پیغام پہنچانا بہت ضروری ہے۔“

دربان کے قریب سپاہی بھی آ گئے تھے۔ ایک سپاہی نے کہا:

”ٹھیک ہے تم اندر جا سکتے ہو۔“

بخت آور خان نے گھوڑے کو باہر ہی چھوڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے میں سے گزر کر شاہی محل کی راہ داری میں آ گیا۔ یہاں سے گزرتا ہوا وہ شاہی قیام گاہ کے باہر جا کر رک گیا۔ وہاں امراء اور درباری خاموش کھڑے تھے۔ بخت آور خان ایک امیر کو جانتا تھا، اس

نے اسے ایک طرف لے جا کر کہا:

"سلطان کی طبیعت کیسی ہے؟"

امیر نے کہا:

"اللہ سے دعا کرو کہ سلطان کو مکمل طور پر صحت مل جائے، تم کہاں سے آ رہے ہو؟"

بخت آور خان نے اسے بتایا کہ وہ سلطان کے لیے پانڈی چری کے فرانسیسی جنرل کا خاص پیغام لے کر آ رہا ہے۔ اندر سے شاہی فوج کا نائب سپہ سالار باہر نکلا، اس کی نظر بخت آور خان پر پڑی تو اس نے کہا:

"بخت آور خان! میرے ساتھ آؤ۔"

وہ بخت آور خان کو لے کر شاہی کمرے کے باہر والی راہ داری میں لے آیا اور پوچھا:

"فرانسیسی جنرل نے کیا پیغام دیا؟"

بخت آور نے کہا:

"حضور! انھوں نے ایک سربمہر لفافہ دیا ہے، جو سلطان کی خدمت میں پہنچانا ہے۔"

نائب سپہ سالار نے لفافے کو دیکھا، اس پر سرخ مہر لگی تھی۔ وہ سوچ میں پڑ گیا، پھر بولا:

''سلطان پر نزع کا عالم طاری ہے، وہ کچھ وقت کا مہمان ہے، اللہ تعالیٰ اسے تاحیات سلامت رکھے مگر موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ ہمیں یہ خط سلطان تک ضرور پہنچانا ہوگا۔''

نائب سپہ سالار اور بخت آور خان شاہی خواب گاہ میں داخل ہوگئے۔ وہاں شمع روشن تھی۔ اس کی دھیمی روشنی میں سلطان حیدر علی سفید بستر پر تکیہ لگائے لیٹا تھا۔ اس کے چہرے پر کمزوری کے آثار نظر آ رہے تھے۔ شاہی طبیب نے ان کی نبض تھام رکھی تھی۔ کچھ درباری اور مشیر خاص ایک طرف سر جھکائے ادب سے کھڑے تھے۔

سلطان حیدر علی کے پاس ہی اس کا جواں سال بہادر بیٹا ''ٹیپو'' بیٹھا اپنے باپ کی طرف اداس چہرے سے دیکھ رہا تھا۔ نائب سپہ سالار لفافہ لے کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا سلطان کے پلنگ کے قریب آ کر رک گیا، وہ اپنے اندر اتنی جرأت نہیں پا رہا تھا کہ سلطان کو بلائے۔ اچانک سلطان نے آنکھیں کھول کر نائب سپہ سالار کی طرف دیکھا اور پوچھا:

''بخت آور خان پانڈی چری سے واپس آ گیا کیا؟''

نائب سپہ سالار نے لفافہ آگے بڑھاتے ہوئے کہا:

''جی حضور! تخت آور خان پانڈی چری سے آ گیا ہے،

وہ اپنے ساتھ فرانسیسی جنرل کا یہ خط بھی لایا ہے۔“

سلطان نے آہستہ سے کہا:

”اسے کھول کر پڑھو۔ کیا لکھا ہے ہمارے دوست جنرل نے؟“

نائب سپہ سالار نے اسی وقت لفافہ چاک کیا اور خط پڑھنے لگا، اس میں لکھا تھا:

”عزت مآب سلطان حیدر علی والیٔ میسور کی خدمت میں میرا اسلام پہنچے۔

عرض گزار ہوں کہ میں نے آپ کا پیغام اپنے فرنچ کمانڈر کو پہنچا دیا تھا۔ ہمارے کمانڈر نے آپ تک یہ الفاظ پہنچانے کا مجھے حکم دیا ہے کہ سلطان کو ہمارے دلی سلام کے بعد کہنا کہ ہم بھی انگریزوں کا قبضہ ہندوستان پر برداشت نہیں کرتے۔ انگریز ایک عیار قوم ہے، ہم سلطان حیدر علی کی ہر ممکن مدد کریں گے، مگر اس وقت ہم خود یورپ میں دشمنوں سے جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ انگریزوں کے خلاف ہماری جنگ ہے، اس وقت ہم اس حالت میں نہیں ہیں کہ فرانس سے کمک بھجوا سکیں۔

پانڈی چری میں ہماری فرانسیسی فوجوں کی تعداد صرف اتنی ہے کہ وہ فرانس کے مقبوضہ علاقوں کی حفاظت کر سکتی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس وقت ہم سرنگا پٹم اپنی فوج نہیں بھیج سکتے، مگر ہم سلطان حیدر علی کو یقین دلاتے ہیں کہ انگریزوں کے خلاف اس جنگ میں اسے ہماری اخلاقی حمایت ضرور حاصل رہے گی۔ میں سلطان عالی مقام کی صحت اور درازی عمر کے لیے دعا گوں ہوں۔

الراقم

ماسواں

فرنچ کمانڈر پانڈی چری''

خط سن کر سلطان حیدر علی کے چہرے پر ایک گہرا سکوت طاری ہو گیا، اس نے اشارے سے اپنے قریب کھڑے امراء کو باہر جانے کے لیے کہا۔ تمام امراء، نائب سپہ سالار اور بخت آور سپاہی اور شاہی طبیب فوراً خواب گاہ سے چلے گئے۔ اب خواب گاہ میں صرف سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان ہی رہ گئے تھے۔ حیدر علی نے اپنے بیٹے ٹیپو کی طرف دیکھا، اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا:

''میرے بیٹے!......تم نے سن لیا کہ جب آدمی خود کمزور

ہو جائے تو پھر سب اس سے اپنا دامن چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرانسیسیوں کو ہم سے کوئی ہمدردی نہیں ہوسکتی۔ وہ صرف انگریز دشمنی کی وجہ سے ہمارے ساتھ ہمدردی جتا رہے ہیں مگر انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لیے شاید وہ کبھی نہ آئیں۔ وہ میسور کو کمزور دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ انگریزوں کی بجائے خود ہمارے ملک پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے، مگر ہمیں ہر قیمت پر اپنے وطن کو دشمنوں سے بچانا ہوگا۔ میرے پاس وقت تھوڑا ہے۔ تم نے دیکھ لیا کہ میں انگریزوں کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے موت کی آغوش میں جا رہا ہوں، میں اب اپنی تلوار تمھارے سپرد کرتا ہوں۔ میسور اسلام کا قلعہ ہے، اسلام کے اس قلعے کی حفاظت اب تمھارے ذمے ہے، جب تک زندہ رہنا انگریزوں کے ناپاک قدم سرنگاپٹم کی پاک زمین پر نہ آنے دینا۔ اگر تم شیر کی طرح بہادری سے لڑے اور اسلام کے لیے، اپنے وطن کے لیے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو جنت میں میری روح بڑی خوش ہوگی۔"

ٹیپو سلطان نے اپنے بہادر باپ کا ہاتھ چوم لیا اور کہا:

''ابا حضور! میں اللہ کو گواہ بنا کر آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک میری جان میں جان ہے میں انگریزوں کے ناپاک قدم اپنی سرزمین پر نہیں پڑنے دوں گا۔ میں اپنے وطن کی حفاظت کروں گا اور اسلام کا جھنڈا ہمیشہ بلند رکھوں گا۔ اسلام کے جس پرچم کو آپ نے میرے حوالے کیا ہے وہ ان شاء اللہ بلند رہے گا اور سرنگا پٹم کے قلعے پر ہمیشہ لہراتا رہے گا۔''

سلطان حیدر علی کے چہرے پر ایک نورانی خوشی جھلکنے لگی۔ اس نے ٹیپو سلطان کو شفقت سے پیار کیا اور کہا:

''اب تم جا کر آرام کرو۔ میں ان شاء اللہ بہت جلد اچھا ہوں جاؤں گا۔''

مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اسی رات سلطان حیدر علی کا انتقال ہوگیا۔ محل پر اداسی چھا گئی۔ سب چراغ گل کر دیئے گئے۔ محل پر سیاہ ماتمی جھنڈے لہرانے لگے۔ رات کے وقت سلطان حیدر علی کے خاکی جسم کو مقبرہ شاہی میں پورے شاہی اہتمام اور احترام کے ساتھ دفنا دیا گیا۔

''دوسرے روز ہی سلطان ٹیپو نے سرنگا پٹم کی حکومت
اور فوج کی کمان سنبھال لی۔ اس نے حکم صادر کیا
سلطان حضور کا سوگ ضرور منایا جائے، لیکن اس دوران
فوجی تیاریاں بھی جاری رہیں گی کیونکہ انگریز فوج
میسور کی سرحدوں پر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔''

فوجی تیاریاں پورے زور و شور سے شروع ہوگئیں۔ سات دن تک اسلحہ کی تیاری ہوتی رہی۔ سلطان حیدر علی نے ہندوستان کی جنگی تاریخ میں پہلی بار راکٹ ایجاد کیے تھے۔ یہ راکٹ ہوائی کی طرح چھوڑے جاتے تھے جو دشمن کی صفوں میں ہر طرف آگ لگا دیتے تھے۔ ان راکٹوں کی تیاری قلعے کے نیچے ایک محفوظ مقام پر ہوتی تھی۔

سوگ کے دن گزر گئے۔ سلطان کی وفات کے آٹھویں دن ایک ہرکارے نے آکر اطلاع دی کہ انگریز فوج میسور کی سرحدوں میں داخل ہوگئی ہے۔ سلطان ٹیپو تخت پر شاہی تاج پہنے بیٹھا اس وقت اپنے امیروں اور فوج کے سالاروں سے صلاح مشورہ کر رہا تھا۔ اس نے یہ خبر سنی تو تلوار کھینچ کر کھڑا ہوگیا اور بولا:

''اللہ کی قسم! ہم دشمن کو میسور کی سرحد سے آگے نہیں
بڑھنے دیں گے، ہم انگریزوں کو وہیں کاٹ ڈالیں

گے۔ جہاد کا حکم دیا جاتا ہے، ہم خود جہاد کی کمان کریں گے۔"

اسی وقت فوج کو کوچ کا حکم دے دیا گیا۔

سلطان ٹیپو پچاس ہزار مجاہدین کا لشکر جرار لے کر سرنگاپٹم سے نکل کر میسور کی شمالی سرحد کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس لشکر میں پیادہ سپاہ کے علاوہ دس ہزار گھڑ سوار، توپ خانہ اور راکٹ بردار فوج کا دستہ بھی شامل تھا۔

سلطان ٹیپو اپنے عربی گھوڑے پر سوار ہراول دستے کے ساتھ چل رہا تھا۔ گھنے جنگلوں کا سفر تھا۔ جہاں راستہ پہاڑی تھا۔ یہ دکن کی سطح مرتفع کا علاقہ تھا، مگر سلطان ایک شیر کی طرح آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اس کی فوج بھی اسی راستے میں آرام کیے بغیر منزلوں پر منزلیں طے کرتی آگے بڑھ رہی تھی۔

عشاء کی نماز جنگل ہی میں ساری فوج نے پڑھی۔ اس کے بعد سلطان نے فوج کو آرام کرنے کا حکم دیا۔ رات آرام کرنے کے بعد صبح کی نماز کے بعد فوج پھر چل پڑی۔ دوپہر کے بعد فوج میسور کی شمالی سرحد کے قریب پہنچ گئی تھی۔ یہاں سلطان نے فوج کو روک دیا اور ایک جاسوس آگے بھیجا کہ وہ معلوم کرے انگریز فوج کی پوزیشن کیا ہے۔

یہ جاسوس برق رفتاری سے جنگلوں میں سے گزرتا جب دریا کے کنارے پہنچا تو اس نے دیکھا کہ انگریز فوج دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی، جگہ جگہ خیمے لگے تھے۔ جاسوس ایک دیہاتی کے لباس میں تھا۔ اب اس نے مناسب سمجھا کہ دشمن کی فوج کی طاقت کا بھی اندازہ لگا لیا جائے۔ چنانچہ اس نے اِدھر اُدھر سے سوکھی لکڑیاں اکٹھی کر کے اس کا گٹھا سا بنا کر سر پر اٹھایا اور انگریز فوج کے کیمپ کی طرف چل پڑا۔ کیمپ کے پاس آ کر اس نے دیکھا کہ ایک طرف چھوٹی توپیں کھڑی تھیں۔ اس نے گنا تو ان کی تعداد پچاس تھی۔ ایک انگریز سپاہی نے اسے کیمپ میں دیکھ کر ڈانٹتے ہوئے کہا:

''او تم! ادھر کیا کر رہا ہے؟''

جاسوس نے دیہاتیوں کی زبان میں کہا:

''صاحب جی لکڑی خرید لو! غریب آدمی ہوں، بال بچے کا پیٹ پالنا ہے۔ لکڑی خرید لو صاحب!''

انگریز سپاہی ہنس پڑا اور کہنے لگا:

''اِدھر ساری فوج ہے، تمھارا لکڑی کوئی نہیں خریدنا مانگتا۔ تم ادھر سے بھاگ جاؤ۔''

اسی دوران جاسوس کو دشمن کی فوج کا کچھ اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے

کہا:

''اچھا صاحب! جاتا ہے۔ جاتا ہے۔''

اور وہ لکڑی کا گٹھا اسی طرح سر پر اٹھائے جنگل میں واپس چلا گیا۔ ٹیلے کے پیچھے آتے ہی اس نے گٹھا ایک طرف پھینکا۔ اپنے گھوڑے کو کھولا، اس پر سوار ہوا اور گھوڑے کو تیز دوڑاتا واپس سلطان کی فوج کے کیمپ کی طرف چل پڑا۔

سلطان اپنے شاہی خیمے کے باہر تخت پر بیٹھا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ جاسوس گھوڑے سے اتر کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور آداب بجالایا۔ سلطان نے پوچھا:

''کہو کیا خبر لائے ہو؟ دشمن کہاں پر ہے؟''

جاسوس نے کہا:

''سلطان عالی مقام! انگریز فوج یہاں سے بیس کوس دور دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔''

سلطان کے پاس سپہ سالار بھی موجود تھا۔ اس نے پوچھا:

''کیا انگریز فوج نے دریا پار کر لیا ہے؟''

جاسوس بولا:

''جی حضور! وہ دریا پار کر کے اس طرف والے کنارے

پر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔“

سلطان نے سوال کیا:

”کیا ان کے پاس توپیں بھی ہیں۔“

جاسوس نے عرض کیا:

”جی ہاں حضور! میں نے توپوں کو گن بھی لیا ہے۔ کل پچاس توپیں ہیں۔ مگر یہ چھوٹی توپیں ہیں اور انگریز فوج کی تعداد ہم سے تھوڑی ہی زیادہ ہے۔“

سلطان نے تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

”رب ذوالجلال کی قسم! مسلمان ہمیشہ اپنے سے زیادہ تعداد کے دشمن سے لڑ کر فتح حاصل کرتا ہے۔“

پھر سلطان نے جاسوس کو انعام دے کر رخصت کیا اور نائب سپہ سالار سے صلاح مشورہ کرنے لگا۔ سالار سپاہ نے سلطان کو مشورہ دیا کہ ہمیں دو طرف سے دریا کی طرف بڑھنا چاہیئے اور اگر انگریز فوج وہاں سے روانہ بھی ہو گئی ہے تو ہم اسے جنگل میں گھیرے میں لے سکتے ہیں۔ سلطان تخت سے اٹھ کر شیر کی طرح ٹہلنے لگا۔ پھر سالار کی طرف دیکھ کر بولا:

”ہم تین طرف سے انگریز فوج پر حملہ کریں گے۔

دائیں بائیں سے ہمارے گھڑ سوار دستے آگے بڑھیں گے۔ سامنے سے ہمارا توپ خانہ دشمن پر گولے اور راکٹ برسائے گا۔"

سلطان ٹیپو نے اسی وقت باقی دستوں کے سالاروں کو بھی اپنے خیمے میں طلب کر لیا اور جنگی حکمت عملی بنانے کے لیے اہم ترین کانفرنس شروع ہوگئی۔ جب جنگ کا سارا پلان تیار کر لیا گیا تو سلطان نے فوج کو کوچ کا حکم دے دیا۔

مسلمانوں کی فوج سلطان ٹیپو کی قیادت میں طوفان کی طرح آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ سلطان کا خیال تھا کہ وہ انگریزوں کو دریا کنارے ہی دبوچ لے گا، مگر آدھا راستہ طے کرنے کے بعد آگے بھیجے ہوئے جاسوسوں نے آ کر اطلاع دی کہ انگریز فوج چلی آ رہی ہے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ دشمن بھی تین حصوں میں بٹ کر آگے بڑھ رہا ہے۔

سلطان کو معلوم تھا کہ اس جنگل کے آگے ایک کھلا میدان ہے۔ وہ اسی میدان میں انگریزوں سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا تھا۔ سلطان کی فوج برق رفتاری سے جنگل عبور کر کے بھیل واڑہ کے کھلے میدان میں پہنچ گئی۔ ابھی تک وہاں انگریز فوج نہیں پہنچی تھی۔ سلطان نے فوراً اپنی فوج کے دستوں کو ترتیب دے کر انھیں دائیں بائیں گھات میں چھپا دیا اور خود

توپ خانے کو مناسب جگہ پر متعین کر کے گھڑ سوار دستے کے ہمراہ ایک ٹیلے کے پیچھے جا کر رکا اور دشمن کا انتظار کرنے لگا۔

میدان میں جگہ جگہ جنگلی جھاڑیاں اور گھاس اگی ہوئی تھی۔ دائیں بائیں میدان کے کنارے تاڑ اور ناریل کے درخت سر اٹھائے کھڑے تھے۔ وہاں ایسا سکوت اور خاموشی چھائی تھی کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ یہاں جھاڑیوں کے پیچھے سلطان ٹیپو کی فوج کے پیادہ، گھڑ سوار اور توپ خانہ اور راکٹ رجمنٹ کے دستے چھپے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف سے انگریز فوج جنرل بروک کی قیادت میں بڑھتی آگے چلی آرہی تھی۔

جونہی انگریز فوج کا پہلا حصہ میدان میں آیا تو سلطان کی فوج کے راکٹ بردار دستوں نے راکٹ برسانے شروع کر دیئے۔ راکٹ ایک شوکر کے ساتھ اپنے پیچھے آگ کی آبشار چھوڑتے انگریز فوج پر گرتے اور وہاں بھی آگ لگا دیتے۔ انگریزوں میں کھلبلی مچ گئی، جنرل بروک سمجھ گیا کہ سلطان کی فوج سرنگاپٹم سے نکل کر یہاں مقابلے پر آچکی ہے۔ اس نے جنگ کا بگل بجوا دیا۔ انگریز فوج بھی تین حصوں میں تقسیم ہو کر جنگ میں کود پڑی۔ اب مسلمانوں کی فوج سے توپ خانے کے گولے گرنے لگے۔ انگریزوں نے بھی بغل سے توپوں کی گولہ باری

شروع کر دی۔ سامنے سے دونوں جانب کے گھڑ سوار دستے آگے بڑھے۔ سلطان ٹیپو دستے کے آگے تھا۔

نعرہ تکبیر اللہ کا نعرہ بلند ہوا اور سلطان ٹیپو نے تلوار لہراتے ہوئے حملہ کر دیا۔ دوسری طرف سے سپہ سالار ابدال بھی انگریزوں پر ٹوٹ پڑا، گھمسان کا رن پڑا۔ تلواریں بجلیوں کی طرح چمکنے لگیں۔ بدن کٹ کر گرنے لگے۔ خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ سلطان ٹیپو ایک بے خوف جنرل کی طرح تلوار چلاتا دشمن کی صفوں کو چیرتا چلا جا رہا تھا۔ دشمن کی لاشوں کے ڈھیر لگاتا جا رہا تھا۔

بائیں جانب سے سلطان ٹیپو کی تازہ دم فوج نے بھی حملہ کر دیا۔ گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ گھوڑے ہنہنا رہے تھے۔ نعرۂ تکبیر بلند ہو رہا تھا۔ اس جذبہ اسلام کے طوفان کے سامنے انگریز زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکے اور اس کے قدم اکھڑنے لگے۔ دشمن کے قدم اکھڑتے دیکھ کر سلطان نے ایک اور ہلہ بولا۔ اس طوفانی حملے نے رہی سہی کسر پوری کر دی اور جنرل بروک کی آنکھوں کے سامنے انگریز فوج دریا کی طرف بھاگنے لگی۔ اپنی فوج کو پسپا ہوتا دیکھ کر جنرل بروک بھی میدان چھوڑ گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی رہی سہی فوج کو بچا کر دریا کے پار لے جائے گا اور پھر تازہ دم ہو کر دوسرا حملہ دریا کے اوپر سے کرے گا۔

غدار کی انگوٹھی

انگریز فوج دریا کی طرف فرار ہو رہی تھی۔ سلطان ٹیپو نے بلند آواز میں کہا:

"دشمن کو فرار نہ ہونے دینا مجاہدو!"

مسلمان انگریز فوج کا پیچھا کرنے لگے۔ جو ان کی زد میں آتا اسے وہیں کاٹ ڈالتے۔ انگریز بھاگتے بھاگتے دریا پر پہنچ گئے اور پھر اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ سلطان نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنی فوج کو رک جانے کا حکم دیا اور سپہ سالار ابدال بولا:

"دشمن میسور کی سرحد سے فرار ہو گیا ہے۔ ہم دریا پار نہیں جائیں گے۔"

سلطان نے وہیں سے فوج کو واپسی کا حکم دے دیا۔ اس فتح سے میسور کے بہادر مسلمان فوج کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔

دوسری طرف جنرل بروک اپنی شکست خوردہ فوج کو لے کر پہاڑوں

میں سے گزرتا ہوا دریائے گوداوری کے کنارے واقع قلعے میں داخل ہو چکا تھا۔ اس قلعے پر انگریزوں نے پانچ سال پہلے حیدر آباد دکن کے نظام کی مدد سے قبضہ کیا تھا۔ نظام دکن نے مسلمان ہونے کے باوجود حیدر علی کا ساتھ نہیں دیا تھا، بلکہ انگریزوں کی مدد کی تھی اور کر رہا تھا۔

نظام دکن کو انگریزوں نے بے شمار دولت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ یہ بڑی شرم ناک بات تھی، مگر نظام دکن اسلام کے سکھائے ہوئے راستے سے بھٹک گیا تھا۔ حیدر علی نے نظام کو کئی بار خط لکھ کر اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش بھی کی کہ اگرچہ ہمارا آپس میں جھگڑا رہتا ہے مگر انگریز باہر سے آیا ہے۔ یہ ہم دونوں کا دشمن ہے اور ہم دونوں کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم تھوڑی دیر کے لیے آپس کی دشمنی بھلا کر اپنے سانجھے دشمن سے جنگ کر کے اسے ہندوستان سے باہر نکال دیں مگر نظام دکن بزدل بھی تھا اور مطلب پرست بھی۔ دوسرے انگریزوں نے اسے بھاری رشوت دے دی تھی۔ ایک بہادر اور غیرت مند مسلمان کو دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کا لالچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتا، مگر نظام دکن میں یہ دونوں باتیں نہیں تھیں۔ نہ اس میں بہادری تھی اور نہ وہ غیرت مند تھا۔ وہ انگریزوں سے مل کر حیدر علی کو شکست دینا چاہتا تھا۔ جو بڑی شرم ناک بات تھی۔

انگریز جنرل بروک نے نظام دکن کی اس کمزوری سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور نہ صرف یہ کہ اس سے اسلحہ حاصل کیا، بلکہ اپنی فوج کے لیے سامان رسد بھی لیتا رہا اور اس کی آدھی فوج بھی اپنی فوج میں شامل کر لی تھی۔ جنرل بروک نے قلعہ گوداوری میں پہنچتے ہی فوج کو آرام کا حکم دیا اور خود میسور پر دوسرے حملے کی اسی وقت سے تیاری شروع کر دی۔

وہ رات آرام کرنے کے بعد دوسرے دن نظام دکن سے ملنے روانہ ہو گیا۔ حیدر آباد کے چار مینار میں اس نے غدار نظام سے ملاقات کی اور اسے انگریز فوج کی شکست کا حال بیان کرتے ہوئے کہا:

”ویل نظام! ہم کو سلطان ٹیپو کی فوج نے بھیل واڑہ کی جنگ میں شکست ضرور دی ہے مگر ہم ناکام نہیں ہیں۔ مایوس نہیں ہیں۔ ہم اپنی فوج کو دوبارہ طاقت ور بنائے گا اور پھر حملہ کرے گا۔ اگر تم ہمارا ساتھ اسی طرح دیتے رہے تو ہم ایک روز سرنگاپٹم پر اپنا جھنڈا لہرا دے گا اور تمھیں وہاں کا بادشاہ بنائے گا۔“

نظام دکن بھی یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح وہ میسور کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لے۔ اس نے کہا:

”جنرل بروک صاحب! میں تو شروع ہی سے آپ کے

ساتھ ہوں۔ حکم کریں! میں اور کیا آپ کے کام آ سکتا ہوں۔"

جنرل بروک نے کہا:

"ہمیں مزید گولہ و بارود اور فوج کی ضرورت ہے۔ سامان رسد بھی چاہئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ یہ ساری رسد ہمیں گوداوری قلعے میں پہنچا دیں تا کہ ہم سلطان ٹیپو کے ملک پر دوسری بار پوری طرح تیار ہو کر حملہ کریں۔"

نظام دکن نے جواب میں کہا:

"آپ حکم کریں آپ کو کتنا گولہ بارود اور فوج چاہیے، یہ ساری رسد آپ کو قلعے میں پہنچا دی جائے گی۔"

اس گفتگو کو نظام دکن کی بھتیجی فرخندہ گوہر پردے کے پیچھے کھڑی سن رہی تھی۔ اسے یہ تو معلوم ہی تھا کہ نظام اس کا چچا انگریزوں کے ساتھ مل کر ملک سے غداری کر رہا ہے اور ٹیپو سلطان کو نقصان پہنچانے پر تلا ہوا ہے، مگر جب اس نے سنا کہ نظام انگریزوں کو تازہ دم رسد دینے والا ہے اور انگریز ایک بڑے حملے کی تیاری کر رہے ہیں تو وہ چونکی ہو گئی۔ جب انگریز جنرل واپس چلا گیا تو فرخندہ گوہر جلدی سے اپنے کمرے میں آ گئی اور اسی وقت اس نے ایک خفیہ خط سلطان ٹیپو کے سپہ سالار

ابدال کے نام لکھا۔ خط میں اس نے وہ ساری گفتگو لکھ دی جو نظام دکن کی انگریز جنرل کے ساتھ ہوئی تھی۔

نظام دکن کی یہ بھتیجی ایک فرانسیسی خاتون کے بطن سے پیدا ہوئی تھی۔ نظام دکن کے بھائی نے ایک فرانسیسی خاتون سے شادی کر لی تھی۔ فرخندہ اسی فرانسیسی خاتون کی بیٹی تھی، فرخندہ کی ایک بار سلطان کی فوج کے سالار ابدال سے ملاقات ہوئی تھی، جب وہ نظام دکن سے مذاکرات کرنے اور اسے انگریزوں کی امداد سے دست بردار ہونے پر آمادہ کرنے کے لیے حیدر آباد آیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے تھے اور دونوں نے ایک دوسرے سے شادی کا عہد بھی کر لیا تھا۔

فرخندہ گوہر نے اسی وقت اپنے خاص حبشی غلام کو بلایا اور کہا:

"یہ خط سرنگاپٹم لے جاؤ اور سپہ سالار ابدال کو دے دو۔

ہمارا اسے سلام بھی کہنا اور اس خط کا جواب لے کر آنا۔"

حبشی غلام گھوڑے پر سوار ہوا اور سرنگاپٹم کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ دو دن اور ایک رات کا سفر کر کے شام کے وقت سرنگاپٹم پہنچ گیا۔ اس وقت سپہ سالار ابدال اپنی حویلی کے صحن میں اپنے نائب سالاروں کے ساتھ بات چیت کر رہا تھا کہ غلام نے آ کر عرض کی کہ ایک حبشی آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ ابدال نے اسے اندر بلا لیا۔

حبشی نے آتے ہی شہزادی فرخندہ گوہر کا خط پیش کیا۔ سپہ سالار ابدال نے خط کھول کر پڑھا اور کہا:

"تم مہمان خانے میں آرام کرو۔ کل مجھ سے اس کا جواب لیتے جانا۔"

اس کے بعد سپہ سالار ابدال خط لے کر سلطان ٹیپو کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور اسے خط دکھایا۔ سلطان ٹیپو نے خط پڑھا اور اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ اس نے کہا:

"نظام ایک غدار شخص ہے، وہ اپنی غداری سے باز نہیں آئے گا، وہ انگریزوں کو اسلحہ اور فوج دینے والا ہے، اگر یہ لوگ ہمارے ساتھ غداری نہ کرتے تو آج ہم نے انگریزوں کو اس سرزمین سے نکال دیا ہوتا، مگر کیا کریں۔ انھوں نے ہی ہمیں دغا دیا ہے۔"

پھر اس نے سپہ سالار کی طرف خط بڑھایا اور کہا:

"اس خط سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ انگریز دوسرا بڑا حملہ گوداوری کے جنوب کی طرف سے نکل کر کرے گا۔"

سالار ابدال نے کہا:

"سلطان معظم! ہم پوری طرح سے تیار ہیں۔ ہم جنوب کی طرف منڈاپلی کی پہاڑیوں والے قلعے میں اپنی فوجوں کو ابھی سے تیاری کا حکم دے دیتے ہیں۔ انگریز اسی طرح سے حملہ آور ہوگا۔ ہم اسے کرشنا ندی کے پار ہی کچل دیں گے۔"

سلطان ٹیپو نے کہا:

"ہاں! ہمیں دشمن سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ابھی سے تیاری کا حکم صادر کر دو، اس بار ہم انگریز کو عبرت انگیز شکست دیں گے، وہ پھر کبھی میسور کا رخ بھی نہیں کرے گا۔"

سپہ سالار ابدال نے واپس اپنی حویلی میں آکر فرخندہ گوہر کے خط کا جواب دیا۔ خط میں یہی لکھا کہ تمھاری خیریت کی اطلاع ملی، اطلاع پا کر خوشی ہوئی، میں تمھارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے اتنی مفید اطلاع پہنچائی۔ میں تمھاری صحت کے لیے دعا کرتا ہوں۔ نیچے اپنا نام لکھ دیا۔ اس نے یہ خط حبشی غلام کے حوالے کر دیا اور وہ اسی روز واپس حیدر آباد کی طرف روانہ ہوگیا، اس نے شہزادی فرخندہ گوہر کو سپہ سالار ابدال کا خط پہنچا دیا۔ فرخندہ گوہر نے ابدال کا جواب پڑھا اور اسے خوشی ہوئی کہ

اس نے سلطان ٹیپو ایسے بہادر مجاہد مسلمان کی فوج کے سالار اعظم کو دشمن کی سازش سے آگاہ کر دیا ہے۔

سلطان ٹیپو انگریزوں کے دوسرے حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے برابر تیاری کر رہا تھا۔ دن رات اسلحہ تیار کیا جا رہا تھا مسلمان سپاہی دن میں روز پریڈ کرتے۔ قلعہ منڈاپلی میں سلطان نے خود جا کر جائزہ لیا تھا وراس کی فصیل میں جگہ جگہ نئی توپیں نصب کروا دی تھیں۔ منڈاپلی قلعے سے واپسی پر سلطان نے ایک جنگل میں پڑاؤ کیا۔ رات کو آرام کیا تو جنگل میں شیر کی دھاڑ سنائی دی، سلطان ٹیپو شیر کے شکار کا بہت شوقین تھا۔ اس نے کئی شیروں کو خود اپنی تلوار سے ہلاک کیا تھا۔

جب سلطان نے شیر کی دھاڑ سنی تو اپنے وزیر خاص سے کہا:

''ہم اس شیر کا شکار کرنا چاہتے ہیں۔''

وزیر خاص نے کسی قدر تشویش کے ساتھ کہا:

''سلطان معظم! مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ شیر آدم خور ہے اور بڑا ہی خطرناک اور خون خوار ہو چکا ہے۔''

سلطان نے مسکرا کر کہا:

''ہم اس کے لیے اس سے بھی زیادہ خطرناک اور خون خوار ثابت ہوں گے۔ تم ہمارے شکار کی تیاری کرو، ہم

صبح نماز کے بعد جنگل میں اس آدم خور شیر کو ہلاک کرنے جائیں گے۔ ویسے بھی اس آدم خور کو ہلاک کیا جانا ضروری ہے تاکہ رعایا کو اس کی خوں خواری سے نجات ملے۔"

صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد سلطان ٹیپو اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور آدم خور شیر کا شکار کرنے گھنے جنگل کی طرف چل پڑا۔ سپہ سالار ابدال، وزیر خاص اور وزیر شکاریات اور فوج کا ایک محافظ دستہ بھی سلطان کے ساتھ تھا، جنگل میں صبح ہو چکی تھی۔ یہ بڑا ہی خطرناک اور گھنا جنگل تھا، کچھ شکاری دیہاتی آگے آگے تھے۔ انھوں نے جنگل کے درمیان ایک جگہ سے واپس آکر بتایا کہ آدم خور شیر دو آدمیوں کو شکار کرنے کے بعد اپنے کچھار میں سو رہا ہے۔

سلطان ٹیپو نے تلوار کھینچ لی اور کہا:

"اللہ ذوالجلال کی قسم! ہم اکیلے اس انسان دشمن شیر کا سر کاٹیں گے۔"

اس نے گھوڑا آگے بڑھا دیا، مگر محافظ دستہ سلطان کو اکیلے کیسے چھوڑ سکتا تھا، وہ بھی سلطان کے ساتھ آگے بڑھا۔ سپہ سالار اور وزیر خاص بھی ہمراہ تھے۔ شیر کی کچھار ایک ندی کے پار ایک ٹیلے کے اندر تھی، ندی

پار کرنے کے بعد یہ لوگ کچھار والے ٹیلے کے سامنے پہنچے تو شیر کی دھاڑ کی آواز سنائی دی۔ شیر بیدار ہو گیا تھا، اس نے خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔ اگر چہ وہ بھوکا نہیں تھا، مگر وہ اپنی جان بچانے کے لیے دشمن پر حملہ کرنے والا تھا۔ وہ کچھار سے نکل کر باہر آ گیا۔ سلطان ٹیپو نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا زرد دھاریوں والا شیر اس کے سامنے کھڑا تھا جس کے منہ سے ابھی تک انسانی خون ٹپک رہا تھا۔ اس نے محافظ دستے کو حکم دیا:

"خبردار! شیر پر کوئی تیر نہ چلائے۔"

محافظ دستے کے سپاہیوں نے تیر چڑھا رکھے تھے، مگر سلطان کے حکم سے وہ شیر پر تیر نہیں چلا رہے تھے۔ سلطان نے اچانک اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور شیر کی کچھار کے سامنے پہنچ گیا۔ شیر نے بھی کچھار سے چھلانگ لگا دی اور سلطان کے بالکل سامنے کوئی دس پندرہ گز کے فاصلے پر آ کر گرا۔ سلطان نے بھی گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور لپک کر شیر کے سامنے آ گیا۔ اس نے بلند آواز میں شیر کو للکارا:

"تو بے گناہ رعایا کو ہڑپ کرتا ہے، مگر اب تمھارا آخری وقت آ گیا ہے۔ سن! تیرے سامنے سلطان ٹیپو کھڑا ہے جو تجھ سے زیادہ بہادر اور غیرت مند شیر ہے۔"

شیر زور سے دھاڑا اور سلطان پر حملہ کر دیا۔ سلطان جلدی سے ایک

طرف ہٹا اور آگے جاتے شیر کی پیٹھ پر تلوار کا بھرپور ہاتھ مارا۔ سلطان کی تلوار شیر کے بائیں شانے میں نیچے تک اتر گئی، اور شیر کی ایک ٹانگ کٹ گئی۔ شیر غصے سے بھڑک کر واپس ہوا اور دوبارہ سلطان پر لپکا۔ سلطان نے تلوار کا دوسرا وار کیا اور شیر کی گردن آدھی کٹ کر لٹک گئی۔ شیر گر پڑا۔

سپاہیوں نے اللہ اکبر اور سلطان معظم زندہ باد کے نعرے لگائے اور لپک کر شیر کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ سلطان ٹیپو نے کہا:

"اس شیر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جنگل میں بکھیر دیئے جائیں اور علاقے کے لوگوں کو بتا دیا جائے کہ سلطان نے ان کے دشمن کے ٹکڑے اڑا دیئے ہیں۔"

سلطان وہاں سے اپنے شاہی خیمہ گاہ میں واپس آ گیا، پورا دن اسی جنگل میں گزارا۔ گاؤں کے لوگوں نے آدم خور شیر کے ہلاک کیے جانے پر خوشیاں منائیں اور سلطان ٹیپو کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ سلطان ٹیپو نے انھیں یقین دلایا کہ رعایا کے سکھ کا ہم نے ہمیشہ خیال رکھا اور ہمیشہ خیال رکھا جائے گا۔

رات کو جنگل میں آرام کرنے کے بعد سلطان نے دوسرے دن وہاں سے کوچ کیا اور رات کو دارالحکومت سرنگاپٹم پہنچ گیا۔ انگریز جنرل

بروک بھی سلطان سے جنگ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا، وہ قلعہ سے نکل کر اپنے دستے کے ساتھ کوچین گیا۔ وہاں ایک انگریز رجمنٹ قلعے میں موجود تھی۔ اس رجمنٹ کا کمانڈر انگریز کرنل ہوپڑ تھا۔

جنرل بروک نے کرنل ہوپڑ سے ملاقات کی اور اسے ساری صورت حال بیان کی۔ کرنل ہوپڑ نے کہا:

''جنرل ہمیں تمھاری فوج کی شکست کی خبر مل گئی تھی، یہ اطلاع انگلستان پہنچ گئی ہے، مگر بادشاہ نے کہا ہے کہ جنرل بروک ایک تجربہ کار فوجی ہے۔ وہ دوسری بار ضرور کامیاب ہوگا اور سلطان ٹیپو کا دارالحکومت انگریزوں کے قبضے میں آجائے گا۔''

جنرل بروک نے کہا:

''ایسا ہی ہوگا، ہم اس بار پوری طاقت سے حملہ کریں گے اور ضرور کامیاب ہوں گے۔ تم بتاؤ! پانڈی چری والوں کا کیا حال ہے؟''

کرنل بولا:

''ہم بھی ان پر حملہ نہیں کرتے اور وہ بھی خاموش ہیں۔''

جنرل بروک کہنے لگا:

”یہ فرانسیسی جانے یہاں کہاں سے آگئے ہیں۔ اگر یہ ہندوستان کے ساحل پر نہ اترتے تو ہم نے اب تک اس سارے علاقے پر قبضہ کرلیا ہوتا۔“

کرنل ہنس کر کہنے لگا:

”جنرل! جس طرح ہم ہندوستان پر قبضہ کر کے یہاں کے لوگوں کو اپنا غلام بنانے اور ان کی دولت لوٹ کر انگلستان پہنچانا چاہتے ہیں، اسی طرح فرانسیسی بھی یہی کرنا چاہتے ہیں۔“

جنرل نے جھنجھلا کر کہا:

”مگر ان کم بختوں کو ہمارے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیے تھا۔ آخر دو ڈاکو ایک دوسرے کے ساتھ کیوں نہیں مل سکتے، جب کہ دونوں کو ایک ہی گھر میں ڈاکا ڈالنا ہے۔“

کرنل ہو پڑ قہقہہ لگا کر ہنسا اور بولا:

”جنرل تم نے بالکل ٹھیک کہا، مگر ایسی بات کسی اور سے مت کہنا۔ اگر ملکہ برطانیہ تک یہ بات پہنچ گئی تو تمھاری خیر نہیں۔“

جنرل بروک سر کو جھٹک کر بولا:

”کسی دوسرے سے تو میں بات نہیں کروں گا۔ میں اتنا احمق نہیں ہوں۔ مگر ایک بات ضرور ہے، اس وقت مجھے زیادہ سے زیادہ فوج کی ضرورت ہے۔ اگر فرانسیسی پانڈی چری میں نہ ہوتے تو تمھیں بھی یہاں فوج کی پوری رجمنٹ لے کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر ہم یہاں کی فوج بھی اپنے ساتھ ملا کر سلطان سے پوری طاقت سے جنگ کر سکتے تھے۔“

کرنل ہوپڑ بولا:

”مگر جنرل تم اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب ہمیں اپنی طاقت پر ہی بھروسہ کر کے لڑنا ہوگا، ویسے ہم سلطان ٹیپو کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

”یہ تم کیسے یقین سے کہہ سکتے ہو؟“ جنرل بروک نے پوچھا:

کرنل ہوپڑ مسکرا کر کہنے لگا:

”جنرل بروک! اگر مسلمانوں میں غدار پیدا نہ ہوتے تو آج ساری دنیا پر مسلمانوں کی حکومت ہوتی۔“

جنرل بروک نے پوچھا:

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

کرنل ہو پڑ نے کہا:

"سلطان ٹیپو کی بہادری، اس کا جذبہ، اس کی اسلام سے محبت و جوش اور اس کی فوج کی وفاداری اور دلیری کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم سلطان ٹیپو کو کبھی شکست نہیں دے سکیں گے، لیکن ہم انگریزوں نے اپنی پرانی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے سلطان ٹیپو کے خاص وزیر میر صادق کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔"

جنرل بروک حیرانی سے کرنل کا منہ تکنے لگا:

"کیا تم ٹھیک کہہ رہے ہو کرنل؟"

کرنل بولا:

"اس کا ثبوت تمھیں قلعے میں جاتے ہی مل جائے گا، میر صادق کا تمھیں پیغام مل جائے گا۔ میر صادق سلطان کا غدار ہے، اس کی غداری انگریزوں کو کامیابی سے ہم کنار کرے گی۔"

جنرل بروک بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا:

"کرنل! اب مجھے یقین ہے کہ ہم سلطان ٹیپو کے ملک کو فتح کر لیں گے۔"

کرنل بولا:

"مگر ہمیں بڑی احتیاط اور سوچ سمجھ کر قدم آگے بڑھانا ہوگا۔ میر صادق کو اپنے ساتھ ملانے اور سلطان سے غداری کرنے کے عوض ہم نے اس کو ایک کروڑ روپے کی رشوت دی ہے اور اس سے وعدہ کیا ہے کہ سرنگاپٹم پر قبضے کے بعد انگریز اسے سرنگاپٹم کا گورنر بنا دیں گے۔ جبکہ ہم ایسا نہیں کریں گے، کیونکہ جو شخص اپنے بہترین آقا کے خلاف غداری کر سکتا ہے اس پر ہم کبھی اعتبار نہیں کر سکتے۔"

جنرل بروک کے لیے یہ ایک خوش خبری تھی کہ سلطان ٹیپو کا ایک وزیر خاص میر صادق سلطان سے غداری کر کے انگریزوں کے ساتھ مل گیا ہے۔ وہ اس کی مدد سے سلطان کے کئی جنگی راز حاصل کر کے اسے شکست دے سکتے تھے۔

جنرل بروک ایک رات وہاں رہنے کے بعد واپس اپنے قلعے میں آ گیا۔ اس نے اپنے خاص سالار کیپٹن ہنری کو میر صادق کی غداری

والی خوش خبری سنائی اور کہا:

''میر صادق کا پیغام آنے والا ہے۔ وہ ہم سے بہت جلد رابطہ کرے گا، تم ہوشیار رہنا۔ اسے میرا اور تمھارا نام دیا گیا ہے۔''

کیپٹن ہنری نے کہا:

''سر! یہ بڑی خوش خبری کی بات ہے۔ ہم اس کے پیغام کا انتظار کریں گے۔''

دو دن گزر گئے۔ تیسرے دن رات کے نو بجے دونوں انگریز افسر یعنی جنرل بروک اور کیپٹن ہنری قلعے کے ایک کمرے میں کھانا کھانے کے بعد کافی پی رہے تھے کہ ایک اہلکار نے آ کر کہا:

''سر! میسور سے ایک آدمی آیا ہے، وہ آپ میں سے کسی ایک سے ملنا چاہتا ہے۔''

جنرل بروک نے کیپٹن ہنری کی طرف دیکھا اور اہلکار سے کہا:

''اسے اندر بھیج دو۔''

جب اہلکار چلا گیا تو جنرل نے کہا:

''ضرور یہ میر صادق کا بھیجا ہوا آدمی ہے۔''

اتنے میں دروازے کا پردہ ہٹا اور ایک کالے رنگ کا دبلا پتلا شخص

اندر داخل ہوا جس کا لباس دیہاتیوں جیسا تھا۔

اس نے آتے ہی کہا:

”مجھے جنرل بروک یا کیپٹن ہنری سے ملنا ہے۔“

جنرل بروک نے کہا:

”میں جنرل بروک ہوں اور یہ کیپٹن ہنری ہے۔تم بتاؤ کہاں سے آئے ہو؟“

دیہاتی نے جیب سے ایک انگوٹھی نکال کر جنرل کے حوالے کی، اس انگوٹھی پر میر صادق کے نام کی مہر لگی تھی۔ دیہاتی نے کہا:

”مجھے میر صادق وزیر خاص سلطان نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔“

یہ غدار میر صادق کا آدمی تھا۔

www.KitaboSunnat.com

آدھی رات کو فرار

انگریز جنرل نے انگوٹھی کو غور سے دیکھا اور دیہاتی سے کہا:

''میر صادق نے کیا کوئی پیغام بھی دیا ہے؟''

دیہاتی نے دوسری جیب سے ایک خط نکال کر انگریز جنرل کے حوالے کیا، خط میں لکھا تھا:

''جنرل بروک اور کیپٹن ہنری کے نام، اس ماہ کی پندرہ تاریخ کی رات کو ایک بجے میں قلعے میں خود پہنچ رہا ہوں۔ باقی باتیں خود آ کر کروں گا، اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔''

خط کے نیچے میر صادق کے دستخط نہیں تھے، جنرل بروک کو اب یقین ہو گیا کہ سلطان ٹیپو کا وزیر میر صادق انگریزوں کے ساتھ مل چکا ہے۔ اس نے دیہاتی کو زبانی کہا کہ میر صادق سے جا کر کہنا کہ میں قلعے میں پندرہ تاریخ کی رات کو اس کا انتظار کروں گا اور قلعے کا جنوبی دروازہ اس

کے لیے کھلا ہوگا۔ اسے جا کر کہنا کہ میرا نام جنرل بروک ہے۔ دیہاتی کو جنرل بروک نے انعام دیا اور وہ چلا گیا۔ تین دن کے بعد پندرہ تاریخ آ گئی۔

جنرل بروک نے رات کو قلعے کا جنوبی دروازہ کھلوا دیا اور میر صادق کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔ جب گھڑی نے ٹھیک رات کا ایک بجایا تو جنرل بروک کو اندھیرے میں نیچے ٹیلے کی طرف سے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ اس نے اپنے خاص سپاہی کو وہاں نیچے پہلے سے کھڑا کر رکھا تھا، تاکہ میر صادق کو آنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

پھر ایک گھڑ سوار گھوڑا دوڑاتا قلعے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ جنرل بروک قلعے کے دروازے کے اوپر برج میں تھا۔ گھوڑا قلعے میں داخل ہوگیا۔ جنرل بروک برج میں سے نکل کر اپنے کمرہ خاص میں آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے اردلی نے آکر اطلاع دی کہ سرنگا پٹم سے ایک خاص آدمی آیا ہے اور آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔ جنرل بروک نے کہا:

"اسے اندر بھیج دو۔"

پھر کمارے میں ایک کالے رنگ کا دبلا پتلا ادھیڑ عمر آدمی داخل ہوا جس کی آنکھوں میں ایک عجیب مردہ سی پھیکی چمک تھی اور جس نے اپنے

آپ کو سیاہ لبادے میں چھپا رکھا تھا۔ کمرے میں شمع دان روشن تھا۔ یہ شخص سلطان ٹیپو کا غدار وزیر خاص میر صادق تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا:

”کیا میں جنرل بروک کے سامنے کھڑا ہوں؟“

جنرل بروک نے اس سے ہاتھ ملایا اور کہا:

”میں جنرل بروک ہوں۔“

میر صادق نے کہا:

”میرا نام میر صادق ہے۔“

جنرل بروک نے اسے کرسی پیش کرتے ہوئے کہا:

”میر صادق تم سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی، کیپٹن ہوپر نے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا۔“

غدار میر صادق کرسی پر بیٹھ گیا اور بولا:

”جنرل بروک! میں یہاں آپ سے ایک بات کی یقین دہانی کروانے کے لیے آیا ہوں۔“

”وہ کون سی ایسی بات ہے میر صادق؟“ بروک نے پوچھا:

غدار میر صادق نے کہا:

"مجھے اس بات کا یقین دلایا جائے کہ اگر میں نے انگریز فوج کو سرنگاپٹم فتح کروا دیا تو مجھے سرنگاپٹم کا گورنر بنا دیا جائے گا۔"

جنرل بروک نے دل میں کہا تم جیسے غدار کی سزا موت ہی ہے مگر اوپر سے کہنے لگا:

"تمھیں اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ اگر تم کہو تو میں تمھیں بائبل کے سامنے یہ یقین دلانے کو تیار ہوں کہ تمھیں سرنگاپٹم کا گورنر بنا دیا جائے گا، لیکن تمھیں ہر قدم پر ہمارے ساتھ تعاون کرنا ہوگا۔"

غدار میر صادق بولا:

"اگر ایسی بات نہ ہوتی تو میں آپ کے پاس یہاں کیوں آتا؟ آپ سلطان کے دشمن ہیں۔ اگر سلطان کو ذرا سی بھنک بھی پڑ گئی کہ میں آپ کے پاس آیا ہوں تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

جنرل بروک نے پوچھا:

"صادق یہ بتاؤ کہ سلطان کی فوج کے لیے راکٹ تیار ہوتے ہیں اور وہاں راکٹ تیار کرنے والی کتنی مشینیں

لگی ہیں۔"

غدار میر صادق نے کہا:

"یہ راکٹ ایک پہاڑی کے نیچے غار میں تیار کیے جاتے ہیں۔ وہاں تک آپ میں سے کسی کا پہنچنا ناممکن ہے۔"

انگریز جنرل نے مسکرا کر کہا:

"وہ تو ہم بھی جانتے ہیں، اس لیے تو ہم تمھاری مدد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی طریقے سے راکٹ ساز کارخانے میں آگ لگا دی جائے تاکہ جتنے راکٹ تیار ہو چکے ہیں وہ جل کر راکھ ہو جائیں۔ ان کے ساتھ مشینیں بھی جل جائیں اور جب تک ہم حملہ کرتے رہیں سلطان کی فوج راکٹ تیار نہ کر سکے۔"

غدار میر صادق سوچ میں پڑ گیا۔ پھر کہنے لگا:

"یہ کام بہت خطرناک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ راکٹ بنانے کے غار میں کسی کو شناخت کے بغیر داخل ہونے کی اجازت نہیں۔"

جنرل بروک بولا:

"میں اس کے لیے تمھیں ایک لاکھ انگلش پاؤنڈ دینے کو تیار ہوں۔ کہو تو ابھی آدھی رقم تمھارے حوالے کر دوں۔"

غدار میر صادق ایک لاکھ پونڈ کی رقم کا سن کر ڈول گیا۔ کہنے لگا:

"ٹھیک ہے! آپ مجھے پچاس ہزار پونڈ ابھی دے دیں، میں راکٹ ساز فیکٹری میں آگ لگوا دوں گا۔"

جنرل بروک بڑا خوش ہوا۔ اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا۔ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک تھیلا تھا۔ تھیلا غدار میر صادق کے آگے رکھ کر بولا:

"گن لو میر صادق! اس میں پورے پچاس ہزار پونڈ ہیں۔"

غدار میر صادق نے تھیلا کھول کر دیکھا تو وہ پونڈوں سے بھرا ہوا تھا۔ کہنے لگا:

"مجھے انگریزوں پر اعتبار ہے سر۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ ایک ہفتے کے اندر اندر راکٹ ساز فیکٹری میں آگ لگا کر اسے تباہ کر دیا جائے گا۔"

جنرل بروک نے پوچھا:

"سلطان کی فوجی تیاری کیسی ہے؟"

غدار میر صادق بولا:

"سلطان بڑی زبردست تیاریاں کر رہا ہے اور اس بار وہ آپ کے اسی قلعے پر آکر حملہ کرے گا۔ اس کے ساتھ ساٹھ ہزار سے زیادہ فوج ہو گی۔"

جنرل بروک نے کہا:

"ٹھیک ہے ہم اس کا مقابلہ کریں گے مگر اس سے پہلے تمہیں راکٹ فیکٹری میں آگ لگا دینی ہو گی۔"

"وہ آپ ایک ہفتے کے اندر اندر سن لیں گے کہ سلطان ٹیپو کی راکٹ فیکٹری میں آگ بھڑک اٹھی ہے۔" غدار میر صادق نے کہا:

پھر وہ اٹھا اور کہنے لگا:

"میں خود آپ سے رابطہ پیدا کروں گا، آپ کسی کو بھی میری طرف نہ بھیجیں، ورنہ کام خراب ہو سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ جنرل بروک سے ہاتھ ملا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ قلعے کے باہر اس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا، اس نے دولت کا تھیلا گھوڑے پر اپنے سامنے رکھا اور اسے بھگاتا ہوا رات کے اندھیرے میں جنگل میں غائب

ہو گیا۔

ادھر نظام دکن کی بھتیجی شہزادی فرخندہ کے چچا کو پتا چل گیا کہ اس کی بیٹی دشمن یعنی سلطان کے سپہ سالار ابدال سے شادی کرنا چاہتی ہے اور اس نے اسے کوئی خفیہ پیغام بھی بھجوایا تھا۔ اس نے شہزادی فرخندہ کو مارا پیٹا اور حویلی کی اوپر والی کوٹھڑی میں بند کر دیا۔

تب فرخندہ نے فیصلہ کر لیا کہ اب وہ ان غداروں کے محل میں نہیں رہے گی اور یہاں سے کسی طرح فرار ہو کر اپنے ہونے والے خاوند اور سلطان ٹیپو کی فوج کے سالار ابدال کے پاس پہنچنے کی کوشش کرے گی۔ اس حویلی سے فرار ہونا مشکل کام تھا۔ حویلی کے باہر چوبیس گھنٹے پہرہ لگا رہتا تھا، ایک عورت صبح شام آ کر شہزادی کو کھانا وغیرہ دے جاتی تھی اور اس کا بستر وغیرہ ٹھیک کر جاتی تھی۔ شہزادی فرخندہ نے اس کے ذریعے اپنے وفادار حبشی غلام کو پیغام بھیجا کہ جیسے بھی ہو مجھے حویلی کی قید سے نکال کر سرنگا پٹم پہنچا دو، میں اپنے ہونے والے خاوند ابدال کے پاس جانا چاہتی ہوں۔

حبشی غلام کو جب محل میں یہ اطلاع ملی تو وہ رات کے اندھیرے میں محل کی چھت سے ہوتا ہوا فرخندہ کی حویلی کی چھت پر آ گیا۔ پھر وہاں سے نیچے صحن میں آ کر شہزادی فرخندہ کے دروازے پر آہستہ سے دستک

دی۔ اندر سے فرخندہ نے پوچھا: ''کون ہے؟'' حبشی غلام نے دھیمی آواز میں کہا:

''شہزادی صاحبہ۔ میں ہوں عقیق۔ آپ کا وفادار غلام۔''

شہزادی فرخندہ نے اسی وقت دروازہ کھول دیا۔ حبشی غلام اندر آ گیا۔ کمرے میں شمع روشن تھی۔ دروازے اور کھڑکی پر پردے گرے تھے۔ شہزادی فرخندہ نے حبشی غلام سے آتے ہی پوچھا:

''تمھیں دربانوں اور پہرے داروں نے تو نہیں دیکھا۔''

حبشی غلام نے کہا:

''شہزادی صاحبہ میں چھت پر سے آیا ہوں، مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔''

شہزادی فرخندہ بولی:

''عقیق! میں اس قید سے نکل کر سپہ سالار ابدال کے پاس سرنگاپٹم جانا چاہتی ہوں۔ یہاں صرف تم ہی میری مدد کر سکتے ہو۔ بولو! کیا تم مجھے سرنگاپٹم پہنچا سکو گے؟ میں تمھیں منہ مانگا انعام دوں گی۔''

حبشی غلام نے کہا:

''شہزادی صاحبہ! میں آپ کا خادم ہوں، میں یہ کام اپنا فرض سمجھ کر کروں گا، کسی معاوضے کے لالچ میں آ کر نہیں کروں گا، آپ فکر نہ کریں، میں سارا انتظام کر لوں گا۔ آپ کل رات تیار رہیں۔ میں کل رات کسی بھی وقت آ سکتا ہوں۔ دروازہ اندر سے کھلا رکھئے گا۔''

شہزادی فرخندہ نے خوش ہو کر کہا:

''مجھے تم سے یہی امید تھی عقیق! میں کل رات تمھاری راہ دیکھوں گی، مجھے بھول نہ جانا۔''

حبشی غلام نے کہا:

''یہ کیسے ہو سکتا ہے شہزادی صاحبہ! نمک خوار غلام اپنے آقا کو کبھی نہیں بھولا کرتے، اب میں جاتا ہوں، کل رات آؤں گا اور آپ کو لے کر یہاں سے نکل جاؤں گا۔''

حبشی غلام چلا گیا۔ دوسرے دن وہ تیاریاں کرتا رہا، اس نے دو بہترین گھوڑوں کا بندوبست کر لیا، یہ بڑی اعلیٰ نسل کے گھوڑے تھے۔ جو کئی کئی میل کا سفر کر سکتے تھے۔ دونوں گھوڑوں کو اس نے محل سے دور

جنگل میں ایک جگہ چھپا دیا اور خود وہیں بیٹھ کر رات کا اندھیرا ہو جانے کا انتظار کرنے لگا۔

جب چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تو حبشی غلام جنگل میں سے نکلا۔ ایک گھوڑے پر خود بیٹھا اور دوسرے گھوڑے کی باگ تھام لی اور شہزادی کی حویلی کے بالکل پیچھے ایک جگہ جھاڑیوں میں آ کر گھوڑے پر سے اترا، دونوں گھوڑوں کو ایک درخت کے ساتھ باندھا اور خود حویلی کی پچھلی دیوار کے نیچے آ گیا، اس نے کمرے کے گرد لپٹی ہوئی رسی کھول کر اس کو دیوار کے اوپر پھینکا۔ رسی کے آگے آنکڑا لگا ہوا تھا، آنکڑا حویلی کی منڈیر میں پھنس گیا۔ حبشی غلام رسی کی مدد سے چھت پر آیا۔ وہاں سے سیڑھیاں اتر کر صحن میں اور پھر شہزادی کی کوٹھڑی میں آ گیا۔

شہزادی فرخندہ دروازہ کھلا رکھے اس کا ہی انتظار کر رہی تھی۔ اس نے آتے ہی آہستہ سے کہا:

"چلئے شہزادی صاحبہ! سب تیار ہے۔"

شہزادی فرخندہ حبشی غلام کے ساتھ اندھیرے میں دبے پاؤں سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر آ گئی، یہاں رسی لٹک رہی تھی، وہ رسی کی مدد سے نیچے اتر گئے۔ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور گھوڑوں کا رخ جنگل کی طرف کر دیا۔ محل کے قریب وہ دھیمی رفتار سے گھوڑے چلاتے رہے

تا کہ ان کے قدموں کا شور نہ پیدا ہو۔ جب محل سے دور نکل آئے تو انھوں نے رفتار تیز کر دی۔ حبشی غلام کا گھوڑا آگے اور شہزادی کا گھوڑا پیچھے تھا۔ باقی ساری رات وہ جنگل میں سفر کرتے رہے، صبح ہوئی تو وہ نظام کی مملکت کی سرحد سے نکل کر میسور کی سرحد میں داخل ہو چکے تھے۔

شہزادی فرخندہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہاں انھوں نے کچھ دیر آرام کیا، حبشی غلام کچھ پراٹھے ساتھ لایا تھا، اس نے شہزادی کی خدمت میں پراٹھے پیش کیے۔ چشمے کا پانی بھر کر لایا۔ شہزادی نے ناشتہ کیا اور پوچھا:

''عقیق! یہاں سے سرنگا پٹم کتنی دور ہوگا؟''

حبشی غلام نے عرض کیا:

''شہزادی صاحبہ! ہم دوپہر تک سرنگا پٹم پہنچ جائیں گے۔ راستے میں صرف ایک دریا عبور کرنا ہوگا۔''

شہزادی نے پوچھا:

''کیا دریا پر پل ہے؟''

حبشی غلام نے کہا:

''پل نہیں ہے مگر یہ گھوڑے دریا کو تیر کر پار کر جائیں گے، آپ کو ڈر تو نہیں لگے گا؟''

شہزادی نے کہا:

"نہیں عقیق! میں موت سے نہیں ڈرتی۔ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اسلام کے دشمنوں اور غداروں کے محل سے نکل کر آئی ہوں، چلو، اب آگے بڑھتے ہیں، ہمارا کسی جگہ زیادہ دیر رکنا مناسب نہیں، صبح ہوگئی ہے۔ میرے فرار کا علم ان لوگوں کو ہوگیا ہوگا اور ضرور گھڑسوار میری تلاش میں آئیں گے۔"

وہ گھوڑوں پر بیٹھے اور آگے روانہ ہوگئے۔

دوپہر سے کچھ پہلے دریا آگیا، یہ کرشنا دریا تھا، دریا کا پاٹ زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ انھوں نے اللہ کا نام لے کر گھوڑے دریا میں ڈال دیے۔ عین اسی وقت آسمان پر بادل چھانے لگے تھے، جب انھوں نے دریا پار کیا اور دوسرے کنارے پر پہنچے تو بارش شروع ہوگئی۔

دونوں بارش میں بھیگتے ہوئے سفر کرتے رہے۔ تیسرے پہر انھیں دور سے سرنگا پٹم کے قلعے کے مینار نظر آنے لگے۔

حبشی غلام نے کہا:

"شہزادی صاحبہ ہم منزل پر پہنچ گئے ہیں۔"

شہزادی فرخندہ نے سلطان ٹیپو کے قلعے کے مینار دیکھ لیے تھے۔ اس

کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے کہا:

''ہم سپہ سالار ابدال کی حویلی کی طرف جائیں گے۔ کیا
تم اس کی حویلی کا راستہ جانتے ہو؟''

حبشی غلام بولا:

''ہاں شہزادی صاحبہ! میں دو ایک بار ان کی حویلی میں
گیا ہوں۔ میرے ساتھ آئیں۔''

تھوڑی دیر بعد بارش میں بھیگتے ہوئے حبشی غلام اور شہزادی فرخندہ سپہ سالار ابدال کی حویلی میں پہنچ گئے۔ ابدال اس وقت سلطان کے محل میں گیا ہوا تھا۔ اس کے ملازموں نے شہزادی فرخندہ کو کمرۂ خاص میں بٹھایا، حبشی غلام کو مہمان خانے میں لے گئے، جب سپہ سالار ابدال نے شہزادی فرخندہ کو دیکھا تو حیرانی سے پوچھا:

''فرخندہ! تم یہاں کیسے آ گئیں؟''

شہزادی فرخندہ نے ساری بات سپہ سالار کو بتا دی اور کہا:

''اب میں واپس اسلام کے دشمنوں اور وطن کے
غداروں کے شہر میں نہیں جاؤں گی۔ میں یہیں رہوں
گی اور تم سے شادی کر لوں گی۔''

سپہ سالار ابدال مسکراتے ہوئے بولا:

"یہ تو اسلام کے عین مطابق بات ہے، ہم آج ہی شادی کرلیں گے۔"

چنانچہ اسی وقت مولوی صاحب کو بلوا کر ابدال نے شہزادی فرخندہ سے نکاح پڑھوا لیا۔ پھر وہ دلہن کو لے کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ سلطان نے انھیں مبارک باد دی اور بے شمار تحائف دیئے۔ اس وقت وہاں وزیر خاص غدار میر صادق بھی موجود تھا۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ نظام دکن کی بھتیجی بھاگ کر آگئی ہے اور اس نے سلطان کی فوج کے سالار ابدال سے شادی کرلی ہے تو وہ دل میں جل کر رہ گیا مگر خاموش رہا۔

غدار تو اپنے ناپاک منصوبے میں مصروف تھا، اس کے پاس شہزادی فرخندہ کی طرف توجہ دینے کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا۔ غدار میر صادق نے اپنے ساتھ ایک غلام کو ملا لیا تھا۔ یہ غلام راکٹ ساز فیکٹری میں کام کرتا تھا، غدار میر صادق نے اسے رشوت بھی دی تھی اور اسے ایک عہدے کا لالچ بھی دیا تھا، اس غلام کا نام زندیق تھا، وہ سوڈان کا رہنے والا تھا اور سپہ سالار ابدال کی حویلی کے پیچھے ایک حجرے میں رہتا تھا۔ اس کے دوسرے حجرے میں شہزادی فرخندہ کا حبشی غلام عقیق بھی رہتا تھا، کیونکہ اب وہ واپس نہیں جاسکتا تھا اور شہزادی کی خدمت میں ہی رہ گیا

تھا۔ غلام ''زندیق'' کی فرخندہ کے حبشی غلام عقیق سے دوستی ہوگئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں ملک سوڈان کے رہنے والے تھے، مگر غدار غلام زندیق نے حبشی غلام عقیق کو اپنے راز میں شامل نہیں کیا تھا، وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا تھا۔

غدار میر صادق نے غلام زندیق کو چقماق کے دو پتھر دے دیئے تھے تا کہ وہ موقع پا کر پہاڑی کے نیچے بنی ہوئی راکٹ فیکٹری میں آگ لگا دے، یہ خطرناک کام تھا، غدار غلام اس انتظار میں تھا کہ کسی روز فیکٹری میں چھٹی ہو، سارے لوگ فیکٹری سے باہر ہوں۔ تب وہ کسی طریقے سے فیکٹری میں آگ لگا دے۔ اس نے منصوبہ یہ بنایا تھا کہ جس روز راکٹ ساز فیکٹری میں چھٹی ہوگی، وہ اس سے پہلے رات فیکٹری سے باہر نہیں آئے گا، بلکہ وہیں کہیں چھپا رہے گا۔ پھر رات کے وقت فیکٹری کے بارود والے ذخیرے کو پاس فیتے میں آگ لگا کر خود خفیہ راستے سے فیکٹری کے غار سے باہر نکل آئے گا۔ چھٹی ایک ہفتے بعد ہونے والی تھی، کیونکہ اس روز شب برات تھی۔ دوسری طرف غدار میر صادق کو بھی یہی فکر تھی کہ غلام زندیق اپنے منصوبے میں کہیں ناکام نہ ہو جائے۔ چنانچہ ایک رات اس نے غلام زندیق کو ایک خفیہ جگہ پر بلوا بھیجا۔

جاسوس کا قتل

اس رات حبشی غلام عقیق اتفاق سے اپنے حجرے سے باہر نکلا تو اس نے غدار غلام زندیق کے حجرے میں بتی جلتی دیکھی۔ وہ سوچنے لگا کہ آدھی رات کے وقت زندیق کس لیے جاگ رہا ہے، شاید کہیں بیمار نہ ہو، وہ اس کے حجرے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے قریب آیا، تو اسے اندر باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے دروازے کے سوراخ سے دیکھا۔ اجنبی اسے کہہ رہا تھا:

"تمھیں وزیر خاص صادق نے بلوایا ہے۔ ابھی چلو۔"

غدار غلام نے کہا:

"ٹھیک ہے! تم باہر چلو میں آتا ہوں۔"

حبشی غلام عقیق جلدی سے پیچھے ہٹ گیا، اجنبی حجرے سے نکل کر ایک طرف کھڑا ہوگیا، پھر غدار غلام زندیق بھی باہر نکلا اور دونوں ایک طرف چل پڑے۔ حبشی غلام عقیق کو شک ہوا کہ ضرور دال میں کچھ کالا

ہے۔ وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ دونوں آدمی ایک باغ میں سے گزر کر کونے والے مکان کے کمرے میں گھس گئے۔ اندر چراغ جل رہا تھا اور غدار میر صادق پہلے ہی سے وہاں بیٹھا تھا۔ انھوں نے دروازہ بند کر دیا۔

حبشی غلام عقیق دروازے کے سوراخ میں سے اندر دیکھنے لگا۔ اس نے جب کمرے میں سلطان ٹیپو کے وزیر خاص میر صادق کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ غدار میر صادق نے غدار غلام زندیق سے کہا:

"دو دن بعد شب برات ہے، اس روز راکٹ ساز فیکٹری میں چھٹی ہوگی، تمھیں اسی رات فیکٹری میں چھپ کر آگ لگا دینا ہوگی۔ یہ کام تمھیں ہر حالت میں کرنا ہے، میں تمھیں اور انعام بھی دوں گا۔ بس میں تمھیں یہی کہنے کے لیے آیا ہوں۔"

غدار زندیق نے کہا:

"حضور! شب برات کی رات فیکٹری کو دھماکے سے اڑا دیا جائے گا۔ آپ مطمئن رہیں۔"

"شاباش۔" غدار میر صادق نے کہا: "مجھے تم سے یہی امید ہے، اب میں چلتا ہوں۔ خبردار کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو اور میرا نام کسی کے

آگے مت لینا۔“

غدار غلام بولا:

”حضور! میں پاگل ہوں کہ آپ کا نام لوں گا، مر جاؤں گا مگر آپ کا نام زبان پر نہیں لاؤں گا۔“

غدار میر صادق بڑا خوش ہوا۔ اس نے لبادے کی جیب میں سے ایک سو سونے کے پونڈ نکال کر غدار غلام کو دیئے اور کہا:

”یہ تمھارا تھوڑا سا انعام ہے۔ باقی رقم تمھیں فیکٹری میں آگ لگانے کے بعد ملے گی۔“

یہ کہہ کر وہ باہر جانے کے لیے اٹھا، حبشی غلام عتیق جلدی سے وہاں سے ہٹ گیا اور تیز تیز قدموں سے چلتا اپنے حجرے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ سلطان ٹیپو کا وزیر خاص بھی اس سے غداری کر سکتا ہے اور شاہی راکٹ ساز فیکٹری میں آگ لگانے والا ہے۔

بڑی مشکل سے اس نے رات کاٹی، صبح ہوتے ہی وہ شہزادی فرخندہ کی حویلی میں آ گیا۔ شہزادی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ سپہ سالار ابدال کمرے میں جائے نماز پر بیٹھا تسبیح پڑھ رہا تھا۔ حبشی غلام نے شہزادی کے قریب جا کر سلام کیا اور کہا:

''شہزادی صاحبہ! مجھے آپ سے ایک بڑی ضروری بات
کرنی ہے۔''

شہزادی فرخندہ نے کہا:

''کہو عقیق کیا بات ہے؟''

وہاں ان دونوں کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ حبشی غلام نے رات والا سارا قصہ بیان کر دیا۔ شہزادی فرخندہ تو حیران رہ گئی۔ اس نے کہا:

''کیا تم اپنی آنکھوں سے میر صادق کو دیکھا تھا۔''

حبشی غلام بولا:

''شہزادی صاحبہ! میں جھوٹ نہیں کہہ رہا، میں نے اپنی
آنکھوں سے وزیر خاص میر صادق کو غلام زندیق کو یہ
کہتے سنا ہے کہ اگر تم نے شب برات کو راکٹ فیکٹری
میں آگ لگا دی تو تمھیں بہت زیادہ انعام واکرام دوں
گا۔''

شہزادی نے حبشی غلام سے کہا: ''تم یہیں ٹھہرو۔''

اتنا کہہ کر وہ تیزی سے اپنے خاوند سپہ سالار ابدال کے کمرے میں آ گئی۔ ابدال جائے نماز سے اٹھ رہا تھا۔ شہزادی نے کہا:

''سرتاج ایک ضروری بات کرنی ہے۔''

ابدال نے کہا:

”کہو بیگم کیا بات ہے؟“

جب شہزادی فرخندہ نے ساری بات سنا ڈالی تو سپہ سالار ابدال کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

”کیا میر صادق بھی غدار ہے۔ میرے اللہ! یہ میرے کان سن رہے ہیں۔“

اس نے اسی وقت حبشی غلام عقیق کو اندر بلایا اور اس کی زبانی سارا واقعہ ایک بار پھر سنا۔ پھر اسے کہا:

”یہ بات تم ہرگز ہرگز کسی سے نہ کرنا، میں معاملے کو سنبھال لوں گا۔“

اس نے وردی پہنی اور گھوڑے کو دوڑاتا ہوا سلطان ٹیپو کے محل میں آ گیا۔ سلطان ٹیپو اس وقت اپنے حجرے خاص میں تسبیح کا ورد کر رہا تھا۔ سپہ سالار ابدال بے چینی سے حجرے کے باہر ٹہلنے لگا۔ جب سلطان ٹیپو تسبیح پڑھ چکا تو سپہ سالار نے اندر پیغام بھجوایا، سلطان ٹیپو نے ابدال کو اندر بلا لیا اور پوچھا:

”خیریت ہے ابدال صبح صبح کیسے آنا ہو؟“

سپہ سالار ابدال نے کہا:

"سلطان معظم! سمجھ میں نہیں آتا کہ جو بات میری زبان پر ہے وہ میں آپ کے حضور کیسے بیان کروں۔"

سلطان ٹیپو تخت پوش پر بیٹھا تھا، تلوار اس کے پاس ہی دھری تھی، اس نے کہا:

"ابدال! ایسی کون سی بات ہے، کھل کر بیان کرو۔"

سپہ سالار ابدال ایک بار پھر کشمکش و پیچ میں پڑ گیا، اس پر سلطان ٹیپو کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں، اس نے کہا:

"ابدال! کیا بات ہے؟"

سلطان ٹیپو کی چیتے جیسی آنکھیں ابدال کے چہرے پر جمی تھیں۔ سپہ سالار سلطان کے قریب ہی اجازت لے کر ذرا نیچے زرنگار چوکی پر بیٹھ گیا اور بولا:

"سلطان معظم! راکٹ ساز فیکٹری کو آگ لگانے کی سازش ہو رہی ہے۔"

سلطان ٹیپو ایک دم چونک سا گیا، اس کا ہاتھ اپنے آپ تلوار کے دستے پر چلا گیا، اس نے اپنے غصے کو دباتے ہوئے پوچھا:

"کون سازش کر رہا ہے؟"

سپہ سالار نے کہا:

”حضور اس شخص کا نام لیتے ہوئے زبان رک رہی ہے۔“

سلطان ٹیپو کا چہرہ جوش سے سرخ ہو گیا، اس نے بارعب آواز میں کہا:

”ابدال! اس غدار کا نام لو! میں تمھیں حکم دیتا ہوں۔“

سپہ سالار ابدال نے فوراً کہہ دیا:

”وہ شخص وزیر خاص میر صادق ہے سلطان معظم!“

سلطان ٹیپو کی بھنوئیں تن گئیں۔

”تمھارے پاس کا کیا ثبوت ہے؟“

ابدال نے ساری بات کھول کر سلطان کی خدمت میں بیان کر دی۔

سلطان نے کہا:

”اس غدار غلام زندیق کو ہمارے حضور پیش کرو، ہم اس کی زبانی خود ساری بات سنیں گے۔“

اس وقت حجرہ خاص کے دوسرے دروازے کے پیچھے وہ اجنبی ملازم بھی کھڑا یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ جس نے غدار غلام زندیق کو جا کر یہ پیغام دیا تھا کہ میر صادق نے اسے بلوایا ہے، جب اس نے یہ سنا تو بھاگا بھاگا میر صادق کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ سنا دیا۔ میر صادق نے جب

اپنی سازش کا بھانڈا پھوٹتا دیکھا تو اجنبی سے کہا:

"غلام زندیق کو ابھی اسی وقت جا کر قتل کر دو، اگر وہ
زندہ رہا تو ہم پھانسی کے تختے پر لٹکا دیئے جائیں گے۔
وہ مر گیا تو سلطان کے پاس ہمیں غدار ثابت کرنے کے
لیے کوئی ثبوت نہیں ہوگا۔"

اجنبی اسی وقت غلام زندیق کے مکان کی طرف دوڑ پڑا، وہ دیوار پھاند کر صحن میں کودا۔ اس وقت غدار غلام زندیق تلکے کے نیچے بیٹھا نہا رہا تھا۔ پانی کے شور کی وجہ سے اس نے اجنبی کے قدموں کی آواز نہ سنی اور نہاتا رہا۔ اجنبی کے ہاتھ میں خنجر تھا، اس نے پیچھے سے آکر زندیق پر اوپر تلے خنجر کے چھ سات وار کیے اور اسے وہیں ہلاک کر دیا۔ اس کی لاش کو وہیں چھوڑ کر اجنبی تیزی سے دیوار پھاند کر فرار ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد سپہ سالار ابدال بھی گھوڑے پر سوار غدار غلام کے مکان کے باہر پہنچ گیا۔ وہ اسے گرفتار کر کے اپنے ساتھ سلطان ٹیپو کی خدمت میں لے جانا چاہتا تھا، تاکہ وہ اپنی زبانی سلطان کی سازش کا حال بتائے اور یوں یہ ثابت ہو جائے کہ میر صادق غدار ہے۔

ابدال نے دروازے پر دستک دی، اندر سے کوئی آواز نہ آئی، اس کے ساتھ چھ سپاہی بھی تھے۔ ابدال نے اشارہ کیا، سپاہی دیوار کے اوپر

سے اندر کود گئے، ان کے سامنے نلکے کے نیچے غدار غلام زندیق کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی اور پانی لاش پر سے بہ رہا تھا۔ سپاہی نے بھاگ کر دروازہ کھولا اور سپہ سالار سے کہا:

''حضور! کسی نے غلام زندیق کو قتل کر دیا ہے۔''

سپہ سالار گھوڑے سے اتر کر تیزی سے اندر صحن میں آیا۔ سامنے نلکے کے نیچے زندیق کی لاش دیکھی تو سر پکڑ کر رہ گیا، اس کے ہاتھ سے ثبوت نکل گیا تھا، اب وہ میر صادق کی غداری ثابت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ وہیں سے واپس سلطان ٹیپو کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کسی نے زندیق کو قتل کر دیا ہے۔ سلطان نے غصے سے کہا:

''اسے جس نے قتل کیا ہے وہ بھی غدار ہے۔ وہ بھی میر صادق سے ملا ہوا ہوگا۔ اب ہم یہ کیسے ثابت کریں گے کہ میر صادق سلطنت کا غدار ہے؟''

پھر خود ہی جیسے اپنے آپ سے کہنے لگا:

''مگر یہ بات غلط بھی ہو سکتی ہے، مجھے یقین نہیں آتا کہ میر صادق نے راکٹ ساز فیکٹری کو آگ لگانے کی سازش بنائی تھی۔''

سپہ سالار ابدال نے کہا:

”جو باتیں غلام زندیق اور میر صادق وزیر خاص کے
درمیان ہوئیں ان کا گواہ میرا حبشی غلام عقیق زندہ ہے۔
اگر آپ کا حکم ہو تو میں اسے آپ کی خدمت میں پیش
کروں؟“

سلطان ٹیپو کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی، وہ اٹھ کر آہستہ آہستہ ٹہل رہا تھا۔ رک کر سپہ سالار سے کہا:

”نہیں، اس کی ضرورت نہیں، اس بات کو اسی جگہ ختم کر
دیا جائے۔ راکٹ ساز فیکٹری کے حفاظتی انتظامات
مزید سخت کردو اور ایک ضروری بات۔“

سپہ سالار ابدال نے سلطان معظم کی جانب دیکھا۔ سلطان نے کہا:

”وزیر خاص میر صادق کی نگرانی خفیہ محکمے کے سربراہ کو
سونپ دو۔ اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں، وہ صرف
میر صادق کی مصروفیات کی روزانہ تمھیں رپورٹ دیا
کرے گا۔“

”ایسا ہی ہوگا۔“

یہ کہہ کر سپہ سالار نے ادب سے سلام کیا اور کمرے سے نکل آیا۔
سلطنت کے خفیہ محکمے کے سربراہ کو جب سلطان کا حکم دیا گیا کہ وزیر

خاص کی نگرانی کرنا ہوگی تو اس نے آگے سے کوئی سوال نہ کیا، کوئی کرید نہ کی، کچھ نہ پوچھا کہ وزیر خاص کی نگرانی کیوں کی جا رہی ہے، کیونکہ یہ اس کا کام نہیں تھا، اس کا کام اور اس کا فرض سلطان کا حکم بجالانا تھا۔ چنانچہ اس نے کسی دوسرے کو کہنے کی بجائے خود وزیر خاص کی نگرانی کا فیصلہ کیا۔

اس نے ایک بوڑھے فقیر ملنگ کا بھیس بدلا اور وزیر خاص کے محل سے کچھ دور درخت کے نیچے دھونی لگا کر بیٹھ گیا۔ غدار میر صادق بھی کوئی بچہ نہیں تھا، جب سلطان نے اس سے راکٹ ساز فیکٹری کو آگ لگانے کے بارے میں کوئی سوال جواب نہ کیا تو وہ سمجھ گیا کہ سلطان نے اس کی خفیہ نگرانی شروع کر دی ہے۔ وہ محتاط ہو گیا۔

اسی روز غدار میر صادق نے اسی اجنبی نوکر کو جنرل بروک کے نام ایک خفیہ خط لکھ کر دیا اور کہا:

"یہ خط جنرل بروک کے پاس لے جاؤ اور اس کا جواب لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس خط اس تک پہنچا کر واپس آ جاؤ۔ مگر اس طرح جاؤ کہ تمھیں جاتے ہوئے آسمان کے تارے اور زمین کے درخت نہ دیکھ سکیں۔"

اجنبی جاسوس نے سر جھکایا۔ خط لے کر کپڑے میں لپیٹ کر اپنی کمر

کے گرد لپیٹا۔ دیہاتی مچھیروں کا بھیس بدلا اور منہ اندھیرے گھر سے نکل کر جنرل بروک کے قلعے کی طرف روانہ ہو گیا، ایک منزل تک وہ پیدل گیا، پھر ایک گاڑی کے باہر پہنچ کر اس نے مچھیرے کا بھیس اتار کر ایک مولوی کا روپ اختیار کیا اور گھوڑے پر بیٹھ کر قلعے میں پہنچ گیا۔

جنرل بروک کو غدار میر صادق کا خط دے کر جانے لگا تو جنرل نے اسے روک کر کہا:

"ٹھہرو! اس خط کا جواب بھی لیتے جاؤ۔"

اجنبی جاسوس نے کہا:

"نہیں وزیر خاص نے حکم دیا تھا کہ خط دیتے ہی واپس آجانا۔ جواب کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ کہا اور اجنبی جاسوس گھوڑے پر سوار ہوا اور واپس سرنگاپٹم کی طرف روانہ ہوا۔ انگریز فوج کے قلعے سے چند قدم دور جاتے ہی اسے محسوس ہو گیا کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ یہ بڑی خطرناک بات تھی، اجنبی جاسوس ایک جگہ گھوڑے کو روک کر اترا اور چشمے پر پانی پینے، منہ ہاتھ دھونے کے بہانے درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور چشمے پر پانی پینے لگا۔ ساتھ ہی وہ پیچھے بھی دیکھ رہا تھا کہ اس کا ایک آدمی گھوڑے کو درختوں کی طرف لے جاتا نظر آیا۔

اب اس بات کا یقین ہوگیا اسے کہ کوئی جاسوس اس کا پیچھا کر رہا ہے اور یہ جاسوس حکومت کی طرف سے ہی اس کے پیچھے لگایا گیا ہے، اجنبی جاسوس معاملے کی نزاکت کو اسی وقت سمجھ گیا تھا جب غدار میر صادق نے اسے یہ حکم دیا تھا کہ وہ انگریز جنرل کو خط دیتے ہی واپس آجائے۔ ضروری ہوگیا تھا کہ اس کا جو سرکاری آدمی تعاقب کر رہا ہے، اسے یہیں ختم کر دیا جائے۔ اجنبی جاسوس ایک تجربہ کار اور چالاک شخص تھا، اس نے چشمے پر پانی پینے کے بعد منہ ہاتھ دھویا اور گھوڑے کو وہیں چھوڑ کر جھاڑیوں کی طرف چلا گیا۔ جھاڑیوں میں جاتے ہی وہ جھک کر چلتا دور درختوں کے پیچھے آگیا۔ پھر وہاں سے بائیں طرف گھوم کر اونچی اونچی گھاس میں سے رینگ کر چلتا چشمے کے پیچھے جا کر درختوں میں نکل آیا۔ یہاں سے اس نے گھاس میں سے سر باہر نکال کر دیکھا، اسے کچھ فاصلے پر چشمے کے پاس اپنا گھوڑا بندھا ہوا نظر آرہا تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ ایک آدمی اس کے گھوڑے کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اجنبی جاسوس سمجھ گیا کہ یہی وہ سرکاری خفیہ آدمی ہے جسے اس کے تعاقب میں لگایا گیا ہے، اجنبی جاسوس گھاس میں لیٹ گیا، وہ اوندھا لیٹا تھا اور گھاس کو ذرا سا ہٹا کر سامنے دیکھ رہا تھا۔ سرکاری جاسوس چشمے پر پہنچ کر اجنبی جاسوس کو اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ جب اسے اجنبی جاسوس

وہاں نہ ملا تو وہ پریشان ہو کر گھوڑے کے پاس آیا اور ایک درخت کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ صاف لگتا تھا کہ وہ اجنبی کا انتظار کر رہا ہے کہ وہ جھاڑیوں میں جہاں کہیں بھی چھپا ہے کب واپس آتا ہے۔

مگر اجنبی تو چشمے والی جھاڑیوں کی بجائے اس کے عقب میں لمبی گھاس میں چھپا ہوا تھا، اجنبی جاسوس کے لیے یہ ایک سنہری موقع تھا، اس نے جیب میں سے خنجر نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا اور کہنیوں کے بل گھاس میں رینگنے لگا، اس کا رخ سرکاری جاسوس کی طرف تھا۔ وہ اتنی احتیاط سے رینگ رہا تھا کہ خود اسے بھی گھاس پر اپنے رینگنے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

آہستہ آہستہ رینگتا ہوا اجنبی جاسوس سرکاری جاسوس کے عقب میں نکل آیا، وہ رک گیا۔ گھاس میں سے اس نے دیکھا کہ سرکاری جاسوس درخت کے پیچھے بیٹھا چشمے کی طرف دیکھ رہا تھا، اجنبی کی طرف اس کی پیٹھ تھی۔ اجنبی جاسوس زہریلے سانپ کی طرح آہستہ آہستہ رینگتا سرکاری جاسوس کے بالکل قریب آ گیا، اب اسے سرکاری جاسوس کے سانس لینے کی آواز بھی آ رہی تھی۔

اب زیادہ دیر انتظار کرنے یا سوچنے کا وقت نہیں تھا، تیز خنجر اس کے سیدھے ہاتھ میں تھا۔ اس نے وہیں سے لیٹے لیٹے اچھل کر سرکاری

جاسوس پر چھلانگ لگا دی، سرکاری جاسوس پر گرنے کے ساتھ ہی اجنبی کا خنجر اس کی پسلیوں کو چیرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ ایک ہلکی سی چیخ سرکاری جاسوس کے حلق سے بلند ہوئی اور دوسرے وار پر وہ بے جان ہو کر دوسری طرف لڑھک گیا۔

اجنبی جاسوس نے اس کی گردن کاٹ ڈالی، اس کام سے فارغ ہو کر اجنبی جاسوس نے چشمے پر سے ہاتھ دھوئے اور گھوڑے پر بیٹھ کر جتنی جلدی ہوسکتا تھا وہاں سے دور نکل گیا۔ اس کو اطمینان ہو گیا تھا کہ اس نے اپنے دشمن سے پیچھا چھڑا لیا ہے۔ وہ مطمئن ہو کر راستہ طے کرتا سرنگا پٹم پہنچ گیا۔

انگریز جنرل بروک نے اجنبی کے جانے کے بعد خط پڑھا جو وزیر خاص غدار میر صادق نے بھیجا تھا، تو بڑا پریشان ہوا۔ خط میں لکھا تھا۔

> ''میں زیادہ نہیں لکھ سکتا، بس یوں سمجھ لیں کہ میرا راز فاش ہو گیا ہے، جس منصوبے کا ہم نے کام کرنا تھا وہ ابھی ملتوی سمجھو۔ بہت جلد حالات درست ہوں گے تو میں منصوبے پر عمل شروع کر دوں گا۔''

انگریز جنرل نے اسی وقت کیپٹن ہنری کو اپنے قلعے میں بلوانے کے لیے آدمی دوڑا دیا۔ شام کو کیپٹن ہنری بھی آ گیا۔ جنرل بروک نے غدار

میر صادق کا خط نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ کیپٹن ہنری نے خط پڑھنے کے بعد کہا:

"کہیں میر صادق ہم سے بھی غداری تو نہیں کر رہا؟"

جنرل بروک مسکرایا:

"نہیں، وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ ایسا کرنے کی اسے کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ غداری کی اس کو ہم سے زیادہ ضرورت ہے، وہ سرنگا پٹم کا گورنر بننے کی خواہش رکھتا تھا۔"

کیپٹن ہنری بولا:

"تو پھر اس کا مطلب ہے کہ ہمارے منصوبے کی بات سلطان ٹیپو کو معلوم ہو گئی ہے، یہ تو خطرناک بات ہے، اگر سلطان کو اس کا علم ہو گیا ہوتا تو وہ میر صادق کی اسی وقت گردن اڑا دیتا، جب کہ سلطان نے ایسا نہیں کیا۔ یہ کیا راز ہے؟"

جنرل بروک اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ پھر اس نے پائپ سلگا لیا اور بولا:

"کیپٹن ہنری! حالات کا تقاضا یہی ہے کہ ہمیں میر

صادق کو کچھ وقت دینا ہوگا۔"

کیپٹن ہنری نے کہا:

"اور اگر سلطان ٹیپو سے اس دوران جنگ ہوگئی تو اس کے راکٹ ہماری فوج میں کھلبلی مچا دیں گے۔"

"اس کا بھی علاج تلاش کر لیا جائے گا۔ تم قہوہ پیو۔"

یہ کہہ کر جنرل بروک پیالوں میں قہوہ ڈالنے لگا۔

سلطان ٹیپو کی شہادت

اس واقعہ کو دو ہی دن گزرے تھے کہ قلعہ بنڈیل پالی سے کرنل ہوپڑ انگریز فوج کا ایک لشکر لے کر جنرل بروک کے قلعے میں آ گیا۔ جنرل بروک نے قلعے سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور پوچھا:

"کرنل یہ اتنی فوج کہاں سے آ گئی اور کس لیے؟"

کرنل بولا:

"اندر چلو! اندر چل کر بات کرتے ہیں۔"

کمرے میں آ کر کرنل ہوپڑ نے جنرل بروک سے کہا:

"جنرل! لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن خود فوج کی بھاری نفری لے کر یہاں پہنچنے والا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم سلطان ٹیپو کے دارالحکومت پر ایک آخری اور بھرپور حملہ کرنے والے ہیں۔"

جنرل بروک اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس نے پوچھا:

"کرنل! کیا ہمارے پاس اتنی رسد ہے کہ ہم سرنگا پٹم کا لمبی مدت تک محاصرہ کر سکیں گے؟"

"اس کی تم فکر نہ کرو! نظام دکن سے ہمارا معاہدہ ہو گیا ہے، اس کی طرف سے ہماری انگریز فوج کو رسد خوراک اور ضرورت کا اسلحہ ہمارے خیموں تک پہنچتا رہے گا۔"

جنرل بروک نے دوسرا سوال کیا:

"کیا لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن کا یہ آخری فیصلہ ہے؟"

کرنل ہوپڑ نے قہوے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا:

"یہ فیصلہ انگلستان میں بادشاہ نے کیا ہے، کیا اب بھی تم میں سے کوئی سوال پوچھے گا؟"

جنرل بروک مسکرایا اور بولا:

"او کے کرنل۔ ہم آج ہی تیاری شروع کر دیں گے۔ یہ بتاؤ کہ انگریز فوج کس روز کوچ کرے گی؟"

کرنل نے کہا:

"اس کا فیصلہ لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن خود آ کر کرے گا میرا خیال ہے کہ لارڈ اپنی فوج لے کر پرسوں تک قلعے

میں پہنچ جائے گا۔"

"کیا کیپٹن ہنری کی فوج حصہ نہیں لے گی؟" بروک

نے پوچھا:

کرنل نے کہا:

"کیپٹن ہنری کی فوج سرنگاپٹم کے قلعے کے باہر ہم

سے آملے گی۔"

تیسرے روز لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن بھی اپنی فوج کے دو دستے لے کر قلعے میں پہنچ گیا۔ لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن اپنی پوری وردی میں تھا، کرنل ہوپر اور جنرل بروک نے اسے سلیوٹ کیا اور بڑے احترام سے قلعے میں لے گئے۔ لارڈ نے اندر آتے ہی اپنے دستانے اتارتے ہوئے کہا:

"سرنگاپٹم کا نقشہ میز پر پھیلا دیا جائے۔"

جنرل بروک نے اسی وقت الماری میں سے چمڑے کا بنا ہوا سرنگاپٹم کے قلعے کے آس پاس کا نقشہ کھول کر میز پر پھیلا دیا۔ لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن اس پر جھک کر غور سے دیکھنے لگا، پھر اس نے ایک جگہ انگلی رکھی اور کہا:

"ہماری فوج کا ایک حصہ ادھر سے قلعے پر حملہ کرے گا۔

دوسرا حصہ دوسرے دروازے کی طرف سے آگے

بڑھے گا۔“

جنرل بروک نے کہا:

”سر! ہمیں سلطان کے راکٹوں کی آگ سے اپنی فوج کو بچانا ہوگا۔“

لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن نے کسی قدر تلخ لہجے میں کہا:

”جنرل اگر آسمان سے تاروں کے پتھر بھی برس رہے ہوں گے، تب بھی ہمارا حملہ جاری رہے گا۔ ہم سلطان کے راکٹوں کی پرواہ نہیں کریں گے۔ ہمیں ہر حالت میں سرنگاپٹم پر برطانیہ کا جھنڈا لہرانا ہے۔“

جنرل بروک لیس سر کہہ کر خاموش ہوگیا۔

اس میٹنگ سے اگلے روز انگریز فوج نے قلعے سے نکل کر سرنگاپٹم کی طرف پیش قدمی شروع کر دی، فوج کے ساتھ توپیں بھی تھیں، گھڑسوار اور اونٹ سوار دستے بھی تھے۔ تیر انداز اور نیزہ بردار کمپنیاں بھی تھیں۔ ان میں نظام دکن کی فوج کی چار کمپنیاں بھی شامل تھیں، لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن اس انگریز فوج کی کمان کر رہا تھا۔ لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن بڑی خاموشی سے سلطان کے قلعے پر حملہ کر کے قلعے کے اندر گھس جانے کا پروگرام بنا چلا تھا، چنانچہ فوج کی روانگی کو رازداری میں رکھا گیا تھا۔

اسی مقصد کے لیے انگریز فوج نے جنگل میں وہ راستہ اختیار کیا تھا جو ایک ویران پہاڑی سلسلے سے گزرتا تھا۔ اس طرف آبادی نہیں تھی، چنانچہ لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن کو یقین تھا کہ کوئی دیہاتی سلطان کو جا کر انگریز فوج کی آمد کی خبر نہیں دے سکتا۔

انگریز بڑی خاموشی سے آگے بڑھ رہا تھا، دن کے وقت انگریز فوج گھنے جنگل میں پڑاؤ ڈالے رہتی اور رات کے اندھیرے میں آگے بڑھتی تا کہ کوئی اسے دیکھ نہ لے۔ انگریز فوج کی تعداد کافی تھی اور وہ چھ حصوں میں تقسیم ہو کر سفر کر رہی تھی۔ توپ گاڑیوں کو درختوں کی شاخوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ دو دن کے سفر کے بعد انگریز فوج سرنگاپٹم دارالحکومت کی حدود میں پہنچ گئی۔

اس وقت لوگوں کو خبر ہوئی کہ انگریز چڑھائی کرتا سرنگا پٹم پہنچ گیا ہے۔ اس وقت سلطان ٹیپو راکٹ ساز فیکٹری میں تیار شدہ اسلحہ کا معائنہ کر رہا تھا کہ ایک اہلکار نے آ کر اسے انگریزی لشکر کی خبر دی۔ سلطان اپنے معائنے کو ادھورا چھوڑ کر فوراً قلعے میں پہنچا اور سپہ سالار کو طلب کر کے قلعے کی چھت پر آ گیا، اس وقت دوپہر کا وقت تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ سلطان کو دور گرد اڑتی نظر آئی، اتنے میں سالار اور سپہ سالار ابدال بھی وہاں آ گئے۔ سلطان نے کسی قدر ناراضگی کا اظہار کرتے

ہوئے کہا:

”کہاں سویا ہوا تھا ہمارا سراغ رسانی کا محکمہ؟“

سپہ سالار ابدال کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سلطان نے اس کی بات کاٹ کر حکم دیا:

”فوراً فوجوں کو ترتیب دیا جائے، قلعے کے سارے دروازے سوائے شمالی دروازے کے بند کر دیئے جائیں۔ ہم میدان میں نکل کر انگریزوں کا مقابلہ کریں گے۔“

قلعہ میں ہلچل سی مچ گئی، سپاہی تیاریاں کرنے لگے، قلعے کے شگافوں میں توپوں کی نالیاں جما دی گئیں، راکٹ نصب کر دیئے گئے، قلعے کے سارے دروازے بند کر دیئے گئے۔ خاص جاسوس دشمن کی فوج کی طرف دوڑا دیئے گئے۔ انھوں نے آ کر اطلاع دی کہ انگریز فوج دریا کنارے پڑاؤ ڈال چکی ہے اور ان کا ارادہ رات آرام کر کے صبح حملہ کرنے کا ہے، سلطان نے سپہ سالار کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

”یہ انگریزوں کی چال بھی ہو سکتی ہے، فوجوں کو شمالی دروازے کے باہر ترتیب دیا جائے۔ ہو سکتا ہے دشمن اچانک حملہ کر دے۔“

فوج کے پندرہ دستوں کو شمالی دروازے کے باہر کھلے میدان میں ترتیب دے دیا گیا۔ مگر انگریز فوج سفر کی وجہ سے تھکی ہوئی تھی۔ لارڈ ڈیوک آف وِلنگٹن اپنے خیمے میں کرنل ہوپر، کیپٹن ہنری اور جنرل بروک کے ساتھ صلاح مشورہ میں مصروف تھا۔ کیپٹن ہنری کا خیال تھا کہ ہمیں آگے بڑھ کر سلطان کی فوج سے جنگ کرنی چاہیے۔ انھیں بھی ان کے جاسوسوں نے آ کر خبر دے دی تھی کہ سلطان کی فوج کا ایک حصہ قلعے کے شمالی دروازے کے باہر انگریز فوج کا انتظار کر رہا ہے اور قلعے پر بے شمار راکٹ لگا دیئے گئے ہیں۔

لارڈ ڈیوک آف وِلنگٹن نے پائپ کا کش لگاتے ہوئے کہا:

”ہماری فوج سفر کر کے تھکی ہوئی ہے، ایسی حالت میں انھیں لڑانا حماقت ہوگی۔ ہم کل صبح تازہ دم ہو کر جنگ کریں گے۔“

چنانچہ انگریز سپاہ نے رات بھر آرام کیا اور منہ اندھیرے جنگ کا بگل بجا دیا گیا۔ سپاہی تیار ہو گئے، اس وقت تک کیپٹن ہنری کے باقی دستے بھی وہاں انگریز فوج سے آ ملے تھے۔ فوج نے پیش قدمی شروع کر دی، دوسری طرف قلعے کے باہر سلطان کی فوج کے دستے پہلے سے موجود تھے۔ دونوں فوجوں کے گھڑ سوار دستے بندوقیں تانے ایک

دوسرے کی طرف گھوڑے دوڑاتے بڑھے، آپس میں ٹکرائے اور گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی، دشمن پر قلعے کے اوپر سے راکٹوں کی بارش شروع ہوگئی ہے۔ انگریز فوج کے اگلے دستوں کے قدم اکھڑنے لگے مگر پیچھے سے کیپٹن ہنری کی تازہ دم فوج آگے آگئی۔

سلطان خود اس معرکے میں مجاہدوں کے ساتھ شانے سے شانہ ملا کر لڑ رہا تھا، اس کی تلوار جدھر اٹھتی لاشوں کے ڈھیر لگ جاتے، وہ بے جگری سے دشمن کے سر پر بجلی بن کر ٹوٹا اور دشمن کے سپاہیوں کے ٹکڑے اڑنے لگتے۔ مگر دوپہر تک انگریزوں کو نظام کن کی تازہ کمک مل گئی۔ سلطان کی فوج صبح سے جنگ کر رہی تھی، اس نے فوج کو واپس قلعے میں جانے کا حکم دے دیا۔ لڑتی ہوئی فوج آہستہ آہستہ قلعے میں چلتی آئی اور قلعے کا بڑا دروازہ بند کر دیا گیا۔

میدان جنگ لاشوں سے بھر گیا تھا۔ مسلمان اپنے شہیدوں کی لاشیں قلعے میں لے گئے، زخمیوں کو طبی امداد دی جا رہی تھی۔ رات کو سلطان ٹیپو نے اپنے سالاروں اور مشیروں سے صلاح مشورہ کیا۔ اس میں وزیر خاص غدار میر صادق کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ سلطان کو اس کے بارے میں شک پڑ چکا تھا، وہ اسے قتل تو نہیں کروا سکتا تھا کیونکہ اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا مگر اس نے غدار میر صادق کو اپنی خاص میٹنگوں

میں آنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

سپہ سالار ابدال نے مشورہ دیا کہ ہمیں قلعے میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے، کیونکہ انگریزوں کے پاس نظام کی بھیجی ہوئی فوجی کمک بھی آگئی ہے اور ہماری اطلاع کے مطابق جنوب سے بھی انگریز سپاہ ادھر چلی آرہی ہے۔ سلطان نے غضب ناک ہو کر کہا:

"تم شیر کو پنجرے میں بند کر دینا چاہتے ہو؟ یاد رکھو شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔"

سب چپ ہو گئے۔ دوسرے دن بھی سلطان نے قلعے سے باہر نکل کر انگریزوں سے جنگ کی اور سینکڑوں انگریزوں کو موت کے گھاٹ اتارا، مگر انگریزوں کی تازہ دم فوج نے سلطان کے دستے کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس کے توپ خانے نے سلطان پر گولے برسانے شروع کر دیئے، محافظ فوراً سلطان کے گرد آ گئے، انھوں نے سلطان ٹیپو کو گھیرے میں لے کر پیچھے قلعے کی طرف ہٹنا شروع کیا۔ کئی محافظ گولوں کی زد میں آ کر شہید ہو گئے، مگر وہ اپنے سلطان کو قلعے میں لے جانے میں کامیاب ہو گئے، قلعے کا دروازہ ایک بار پھر بند کر دیا گیا۔ سلطان نے ایک سپاہی کو پانڈی چری کی طرف فرانسیسی کمانڈر کے پاس روانہ کر

دیا کہ فرانس سے مدد حاصل کی جائے، مگر دوسرے روز ہی سپاہی نے آکر اطلاع دی کہ فرانسیسی کمانڈر نے معذوری کا اظہار کیا ہے۔ سلطان اب بھی میدان میں نکل کر انگریزوں سے جنگ کرنا چاہتا تھا، مگر اس کے سالاروں اور مشیروں نے ایسا کرنے سے منع کیا، کیونکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو اتنا وقت مل جائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اسلحہ اور راکٹ تیار کر لیں اور پھر پوری تیاری کے ساتھ قلعے سے باہر نکل کر انگریزوں سے مقابلہ کریں اور انھیں آخری بار شکست فاش دے دیں۔

قلعے کا شمالی دروازہ بھی بند ہو گیا تھا، انگریزی کمانڈر سمجھ گیا کہ سلطان نے اپنی فوج کو قلعے میں بند کر لیا ہے، لارڈ ڈیوک آف ونگٹن انگریز فوج کا کمانڈر تھا، اس نے فوراً میٹنگ بلائی اور اس بات کا سراغ لگانے کا حکم دیا کہ قلعے کے اندر کہاں کہاں سے سپلائی جاتی ہے۔ ان کے آدمیوں نے آکر بتایا کہ قلعے کے اندر سپلائی کسی راستے سے نہیں جاتی۔

"مگر ہماری اطلاع کے مطابق قلعے میں کم از کم دو سال
کا سامان موجود ہے اور دس کنویں ایسے ہیں کہ جن میں
ہر وقت تازہ پانی موجود رہتا ہے۔"

یہ بات انگریز کمانڈر کے لیے بڑی تشویش ناک تھی، کیونکہ وہ دو سال تک اپنی فوج کو باہر پڑے نہیں رہنے دے سکتا تھا، اس نے جنرل

بروک کو اپنے خیمے میں بلایا اور اس سے مشورہ کیا کہ کیا اس وقت میر صادق سے کام نہیں لیا جا سکتا؟

جنرل بروک نے کہا:

"میر صادق سے ہمارا رابطہ ٹوٹ چکا ہے اور اب تو وہ قلعے کے اندر ہی بند ہے، ہمارا کوئی آدمی اسے قلعے میں پیغام بھی نہیں پہنچا سکتا۔"

انگریز کمانڈر سوچنے لگا۔ اس کی سمجھ میں اس مسئلے کا کوئی حل نہیں آرہا تھا، کافی سوچ بچار کے بعد اس نے جنرل سے کہا:

"جنرل! کسی طرح میر صادق سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کرو اور اسے پچاس ہزار پونڈ رشوت کی رقم پہنچا کر یہ پیغام بھی پہنچاؤ کہ اگر وہ کسی طریقے سے انگریز فوج کو قلعے میں داخل ہونے کا کوئی راستہ بتا دے تو اسے اس رقم سے دس گنا زیادہ رقم ہم انعام میں دیں گے اور اسے سرنگاپٹم کا گورنر بنا دیا جائے گا۔ یہ ہمارا اس سے وعدہ ہے۔"

جنرل بروک نے کہا:

"میں کوشش کرتا ہوں۔"

دوسرا سارا دن جنرل بروک یہی سوچتا رہا کہ میر صادق تک کیسے انگریز کمانڈر کا پیغام پہنچایا جائے، آخر اسے ایک اپنی ہی فوج کا گھوسی مل گیا جس کا بھائی قلعے کے اندر رہتا تھا۔ جنرل بروک نے اسے کافی پیسے دے کر راضی کر لیا کہ وہ قلعے میں جا کر میر صادق تک اس کا خط پہنچا دے گا اور اس کا جواب بھی لے آئے گا۔

یہ گھوسی خط کو کمر کے ساتھ باندھ کر قلعے کی طرف چل پڑا، قلعے کے دروازے پر جا کر اس نے بلند آواز میں کہا کہ حضور! میرا بھائی اندر رہتا ہے، ہماری ماں مر گئی ہے، میں اپنے بھائی کو ماں کی موت کی خبر دینے آیا ہوں، مجھے اندر جانے دیں۔ یہ جملہ اس نے میسور میں بولی جانے وال تامل زبان میں ادا کیا تھا، وہ اتنا رویا کہ اور اتنی آہ وزاری کی کہ قلعے کے دربان نے ہمدردی کے طور پر قلعے کا چھوٹا دروازہ کھول کر اسے اندر جانے کی اجازت دے دی، گھوسی کا لباس اتنا پھٹا ہوا اور گندہ تھا کہ دربان نے اس کی تلاشی لینے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی۔

گھوسی دربان کو دعائیں دیتا سرنگاپٹم شہر میں داخل ہو گیا۔ وہ سیدھا اپنے بھائی کے گھر گیا، اس کا بھائی شاہی محل میں دربان تھا۔ جاتے ہی اس نے ساری بات بھائی کو بتا دی اور کہا کہ اگر تم یہ خط وزیر خاص تک پہنچا دو تو انگریز جنرل تمھیں بھی ہزاروں پونڈ انعام میں دے گا۔ لالچی

بھائی تیار ہوگیا۔ اس نے اسی شام غدار میر صادق کو حویلی میں جا کر اسے جنزل بروک کا خط دے دیا، غدار میر صادق نے خط پڑھا تو خاموشی سے غور کرتا رہا۔ وہ دل میں بہت خوش تھا کہ نہ صرف اسے نقد رقم ملے گی بلکہ وہ سرنگا پٹم کا گورنر بھی بن جائے گا، اس نے فوراً جواب لکھ کر دربان کے حوالے کیا۔ خط کے نیچے اس نے اپنے دستخط کیے اور

دربان سے کہا:

''اگر تو نے یہ بات کسی پر ظاہر کی تو تمھارے سارے خاندان کو قتل کر دیا جائے گا۔''

دربان نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ ''حضور! میں یہ حماقت کبھی نہیں کرسکتا۔''

یہ پیغام انگریز کمانڈر تک پہنچ گیا، اس میں غدار میسور میر صادق نے انگریز کمانڈر کو ہدایت کی تھی کہ وہ کل شام کو قلعے کی جنوبی دیوار کی طرف سے حملہ کریں، قلعے کی جنوبی دیوار کمزور بھی ہے اور وہاں ایک چھوٹا دروازہ ہے جو میں اندر سے کھول دوں گا۔ یہ دروازہ ایک غار کا ہے جو قلعے کے محل میں جاتا ہے۔

انگریزوں کو اور کیا چاہیے تھا، انھیں تو بڑا سنہری موقع مل گیا تھا اور یہ موقع دشمن کو سلطان کے وزیر خاص ایک غدار میر صادق نے خود مہیا کر

دیا تھا۔ کمانڈر ولنگٹن نے فوج کو تیاری کا حکم دے دیا اور اعلان کر دیا کہ ہم آج شام ہوتے ہی قلعے پر حملہ کرنے والے ہیں۔

جب سورج غروب ہوا تو انگریز فوج میں جنگ کا بگل بجا دیا گیا اور انگریز فوج گولہ باری کرتی قلعے کی طرف بڑھی۔ لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن یعنی انگریز فوج کا کمانڈر خود فوج کو لے کر قلعے کی جنوبی دیوار کی طرف بڑھا۔ قلعے پر سے مسلمان مجاہدوں نے راکٹوں کی بارش کر دی، مگر انگریز فوج لاشوں کے اوپر سے گزر کر قلعے کی دیوار کی طرف بڑھتی رہی۔

غدار میر صادق نے قلعے کے خفیہ غار میں جا کر جنوبی دیوار کا دروازہ کھول دیا تھا۔ جب سلطان ٹیپو کی فوج نے دیکھا کہ دشمن جنوبی دیوار کے قریب پہنچنے والا ہے تو وہ بھی دشمن کے سامنے لوہے کی دیوار بن کر ڈٹ گئے، مگر انگریز فوج کے توپ خانے نے بے پناہ گولہ باری شروع کر دی اور مسلمان شہید ہونے لگے۔

اس وقت سلطان ٹیپو شیر میسور قلعے کے اندر کھانا کھانے لگا تھا۔ یہ تاریخی واقعہ ہے اور تاریخ کی کتابوں میں درج ہے کہ سلطان ٹیپو نے ابھی پہلا نوالہ ہی اٹھایا تھا کہ ایک ملازم گھبرایا ہوا آیا اور اس نے اطلاع دی کہ قلعے کی جنوبی دیوار کا دروازہ کھل گیا ہے اور انگریز فوج اندر داخل

ہونے والی ہے۔ سلطان ٹیپو نے یہ سن کر منہ کے قریب پہنچا ہوا نوالہ وہیں رکھ دیا، تلوار کھینچی اور غار میں سے گزر کر جنوبی دیوار کے کھلے دروازے پر پہنچ گیا۔ جہاں اس کے جاں نثار بے جگری سے انگریزوں کے ساتھ لڑ رہے تھے اور شہید ہو رہے تھے، مگر دشمن کو قلعے کے دروازے کے اندر داخل نہیں ہونے دے رہے تھے۔ سلطان نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور جنگ میں کود گیا، وہ دیوار کے شگاف کے باہر انگریزوں کے آگے ڈٹ گیا اور اتنی بے خوفی اور بہادری اور دلیری سے لڑنے لگا کہ ایک بار تو دیوار کے شگاف کے آگے آئے ہوئے انگریز فوجوں کے قدم اکھڑ گئے۔ سلطان کی تلوار دشمن کے سپاہیوں کو کاٹتی چلی جا رہی تھی۔

دوسری طرف سپہ سالار ابدال بھی دشمن سے جنگ میں مصروف تھا۔ سلطان ٹیپو گھوڑے پر سوار نہیں تھا، وہ زمین پر ہی لڑ رہا تھا۔ انگریزوں نے اپنے سپاہیوں کو پیچھے ہٹتے اور کٹ کٹ کر مرتے دیکھا تو تازہ دم دستہ وہاں بھیج دیا۔ اب سلطان کو دشمن کے تازہ دم سپاہیوں نے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ جنگ خطرناک مرحلے میں داخل ہو گئی تھی۔ کرنل ہیرس نے سلطان ٹیپو کو پہچان لیا تھا اور وہ اسے زندہ یا مردہ ہر حالت میں گرفتار کرنا چاہتا تھا مگر سلطان تو شیر تھا اور شیر کو اتنی آسانی

سے گرفتار نہیں کیا جاسکتا، سلطان لڑتا چلا گیا، اس کا جسم زخموں سے چور ہوگیا تھا۔ چاروں طرف سے اس پر تلواروں کے وار ہو رہے تھے، وہ اپنے سامنے والے انگریز کو کاٹ کر پھینکتا تو پیچھے سے اس پر تلوار کا وار پڑتا، یہاں تک کہ سلطان زخموں سے نڈھال ہوگیا، مگر وہ پھر بھی لڑتا رہا۔ اس کے جسم سے کافی خون بہ گیا تھا۔ انگریز کمانڈر نے سلطان کو دیکھ کر پستول نکالا اور اس پر فائر کر دیا۔ گولی سلطان کے سینے میں لگی، مگر وہ پھر بھی لڑتا رہا لیکن اب اس کے جسم کا سارا خون بہ چکا تھا۔ وہ نیم بے ہوش ہو کر گر پڑا، انگریزوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ایک انگریز نے یہ سمجھ کر کہ سلطان شہید ہوگیا ہے اس کی پیٹی کا طلائی خنجر نکالنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ سلطان نے شدید زخمی حالت میں ہی تلوار کا ایک بھرپور وار کر کے یہ کہتے ہوئے کہ کتے زخمی شیر پر منہ مارتا ہے، اس انگریز سپاہی کی ٹانگ کاٹ دی، عین اس وقت انگریز سپاہی نے سلطان کے دل کا نشانہ لے کر فائر کر دیا اور سلطان ٹیپو شیر میسور شہید ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی قلعے پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔

سلطان کی شہادت کے بعد اس کی لاش شمع سلطانی پر جاں نثار کرنے والے پروانوں کے ڈھیر میں دبی ملی۔ سلطان کی لاش کی شناخت کروائی گئی تو پاس کھڑے جنرل ہیرس نے کہا: Today India is ours

''آج ہندوستان ہمارا ہے!'' انگریزوں کو یہ فتح سلطان کے ایک غدار وزیر میر صادق کی غداری کی وجہ سے ملی، اگر غدار میر صادق غداری نہ کرتا تو انگریز ساری زندگی سرنگاپٹم پر قبضہ نہیں کر سکتے تھے۔ سلطان کے خاکی جسم کو دوسرے دن شام کے وقت اس کے والد حیدر علی کے پہلو میں سپردخاک کر دیا گیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس شام کالی آندھی آئی، پھر بجلیاں کڑکنے لگیں اور انگریز فوج کے کیمپ پر بجلی گرنے سے کئی فوجی ہلاک ہو گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ قدرت سلطان کی شہادت پر جوش میں آگئی ہے۔

ننھے بچوں کے لیے

دلچسپ تربیتی اسلامی کہانیاں

1	جادوگر کا شاگرد (قرآن کہانی نمبر۱)	محمد طاہر نقاش
2	خداؤں کا قتل (قرآن کہانی نمبر۲)	محمد طاہر نقاش
3	جناتی کنواں (سبق آموز دلچسپی تربیتی کہانیاں)	مائل خیر آبادی
4	شیطان کا دربار (حیرت انگیز رونگٹے کھڑے کر دینے والی کہانیاں)	مائل خیر آبادی
5	سومنات کا بت (جب دیوتا کے بت کی شامت آئی)	اعداد: محمد طاہر نقاش
6	جب فرشتہ بھیس بدل کر آ گیا	اعداد: محمد طاہر نقاش
7	بادشاہ کا ہاتھ کاٹ دو (تاریخ اسلام کے روشن گوشے)	اعداد: محمد طاہر نقاش
8	بغداد کا تاجر اور بچوں کی عدالت	ابو ضیاء محمود احمد غضنفر
9	نیکی کی کلیاں (حدیث کہانیاں)	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
10	ایمان کی روشنی (حدیث کہانیاں)	آصف خورشید
11	شاہین بچوں کے اقبال (نظموں میں کہانیاں)	پروفیسر سعید انصاری
12	شہزادے کی قربانی (قرآن کہانی نمبر۳)	اعداد: محمد طاہر نقاش
13	حیرت کی انتہاء (حیران کن دنیا کی سیر)	اعداد: محمد طاہر نقاش

14	دیو آ گئے (تاریخ اسلام کے روشن گوشے) اعداد: محمد طاہر نقاش
15	تاشقند کا جوہری (تاریخ اسلام کے روشن گوشے) اعداد: محمد طاہر نقاش
16	اندلس کی شہزادی (تاریخ اسلام کے روشن گوشے) اعداد: محمد طاہر نقاش
17	انمول موتی (ایک لاکھ کی ایک بات) اعداد: محمد طاہر نقاش
18	ناقابل یقین سچائیاں (یہ حقائق پڑھ کر عقل دنگ رہ جائے گی) اعداد: محمد طاہر نقاش
19	اللہ کے دشمن (سبق آموز دلچسپ تربیتی کہانیاں) مائل خیر آبادی
20	نور ایمان سے محروم بدنصیب لوگ مائل خیر آبادی
21	ننھی گڑیا کا وعظ (لاڈلی بیٹیوں کے لیے تربیتی کہانیاں) مائل خیر آبادی
22	روشنی مل گئی (لاڈلی بیٹیوں کے لیے تربیتی کہانیاں) مائل خیر آبادی
23	ہم بھی ایسی بنیں (لاڈلی بیٹیوں کے لیے تربیتی کہانیاں) مائل خیر آبادی
24	شہزادہ توحید (عقیدۂ توحید کو پختہ بنانے والی کہانیاں) مائل خیر آبادی
25	شیر میدان جنگ میں (ٹیپو سلطان کی صلیبیوں کے خلاف یلغاریں) اے حمید

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور

فون نمبر: 0300-4453358, 0321-8402494,

042-37361428
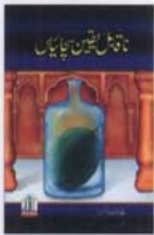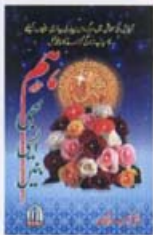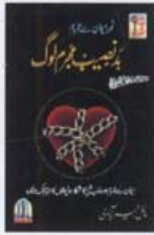
بچوں کے لیے ہماری دیگر دلچسپ تربیتی کتب
شہزادہ توحید
بدنصیب مجرم لوگ
بادشاہ کا ہاتھ
کاٹ دو
دارالابلاغ
کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ
DARULIBLAGH